نصرة

ایرانی صدر نے جنگ سے پہلے ہی ہتھیار ڈالنے کا اعلان کر دیا ہے

برکس (BRICS) کرنسی: بین الاقوامی مالیاتی آرڈر پر اثرات

بلوچستان میں امن کے لیے ہمیں استعماری نظام کا خاتمہ کرنا ہوگا

تقریریں کرلینا غزہ کی مدد کے لئے کافی نہیں،

اے مسلمان سپاہیو!

کیا آج آپ کے درمیان کوئی دوسرا صلاح الدین نہیں ہے، جو شہیدوں کی مدد و حمایت اور یہودی وجود کو اکھاڑ پھینکنے میں آپ کی قیادت کرے؟

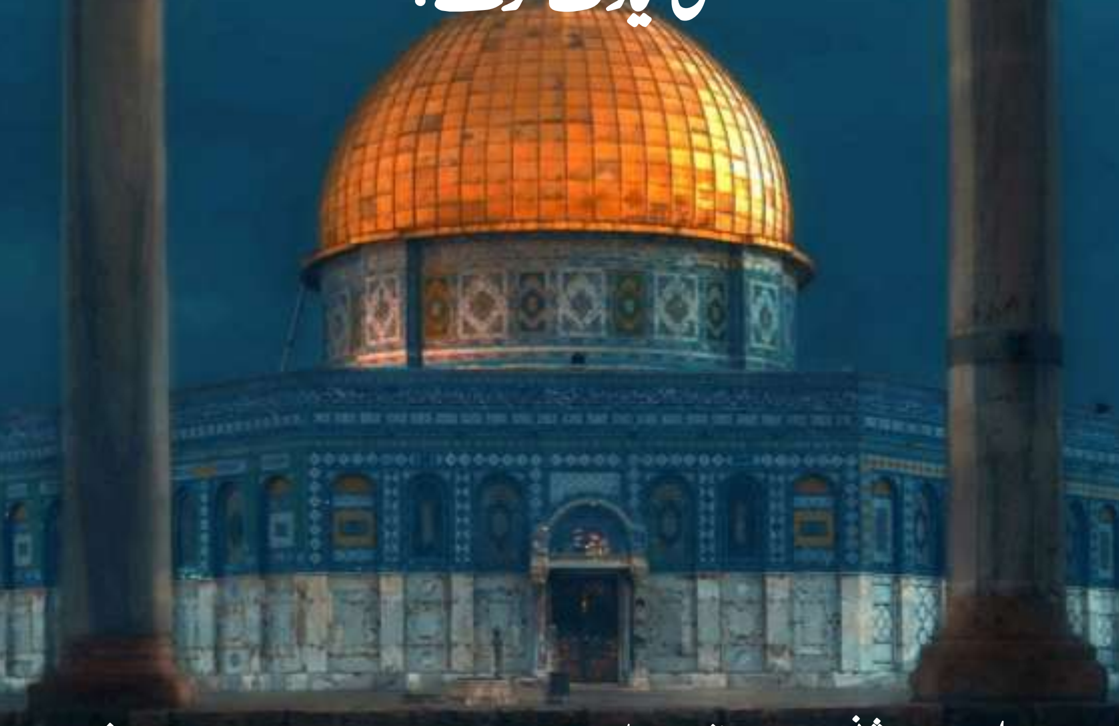

جمادی الاول—جمادی الثانی 1446ھ | نومبر—دسمبر 2024ء

شمارہ-81

فہرست

اداریہ 3

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(267-271) 8

نصیبہ بنت کعب الانصاری (ام عمارہ)—جہادی خاتون 25

ایرانی صدر نے جنگ میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہتھیار ڈالنے کا اعلان کر دیا ہے 28

انتظامی امور اور حکومتی امور میں فرق 31

برکس (BRICS) کرنسی: بین الاقوامی مالیاتی آرڈر پر اثرات 43

اسلام سیکولرازم اور "سیاسی الہیات" (Political Theology) دونوں کو مسترد کرتا ہے 52

آپ کی کہانی 56

اے مسلمان سپاہیو، کیا آج آپ کے درمیان کوئی دوسرا اصلاح الدین نہیں ہے، جو شہیدوں کی مدد و حمایت اور یہودی وجود کو اکھاڑ پھینکنے میں آپ کی قیادت کرے؟ 61

بلوچستان میں امن کے لیے ہمیں استعماری نظام کا خاتمہ اور خلافت راشدہ کا قیام عمل میں لانا ہوگا 67

سوال و جواب: رزق ہر وہ چیز ہے جس سے نوازا جاتا ہے 70

سوال و جواب: عقل یا ادراک یا فکر 75

سوال کا جواب: پاکستان، افغانستان اور ایران کے درمیان کا خطہ: بلوچستان 80

میڈیا پیغام:: تقریریں کر لینا اور تقریبات منعقد کر لینا غزہ کی مدد کے لئے کافی نہیں، اے علمائے کرام! 91

اداریہ

’’دی نیو انڈین ایکسپریس‘‘ نے 28 اگست 2024ء کو ایک رپورٹ شائع کی جس کا عنوان تھا، ’’بنگلہ دیش میں حزب التحریر کا بڑھتا ہوا اثر بھارت پر بھی اثر انداز ہو سکتا ہے‘‘، رپورٹ میں کہا گیا کہ ’’ملک بھر میں جاری ہنگامہ آرائیوں اور عدم استحکام کے دوران، بنگلہ دیش کو ایک اور چیلنج کا سامنا ہے- جو کہ حزب التحریر کا تیزی سے بڑھتا ہوا اثر و رسوخ ہے۔ حزب التحریر ایک بنیاد پرست سیاسی تنظیم ہے جو اسلامی خلافت کے قیام اور عالمی سطح پر شریعت کے نفاذ کی خواہاں ہے۔ اگرچہ بنگلہ دیش میں اکتوبر 2009ء میں حزب التحریر پر پابندی عائد کر دی گئی تھی، لیکن اس کے حامی ڈھاکہ سمیت ہر طرف مارچ کر رہے ہیں اور اس کے نظریات کی تشہیر کرنے والے پوسٹرز میں بھی اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ 9 اگست کو، حزب التحریر کے حامیوں نے ڈھاکہ میں بیت المکرم شمالی گیٹ پر ایک ریلی کا اہتمام کیا اور بنگلہ دیش میں شریعت کی بنیاد پر خلافت کے قیام کا مطالبہ کیا جس کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ خلافت بنگلہ دیش کے تمام شہریوں کے ’’حقیقی انصاف اور فلاح‘‘ کو یقینی بنائے گی۔ انہوں نے غیر ملکی کمپنیوں کو ملک بدر کرنے اور غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ اسٹریٹجک معاہدوں کو منسوخ کرنے کا بھی مطالبہ کیا...‘‘۔ اس رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ، ’’یہ ایک تشویشناک رجحان ہے کیونکہ ایسا لگتا ہے کہ ان کے حامی فوج میں بھی موجود ہیں۔ وہ جمہوریت پر یقین نہیں رکھتے اور صنفی حقوق کے مخالف ہیں، اس لیے خواتین کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہے‘‘، ڈھاکہ سے ایک ذرائع نے ’’دی نیو انڈین ایکسپریس‘‘ کو بتایا‘‘۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ، ’’دریں اثنا، بھارت میں بھی خفیہ حزب التحریر کے چند ارکان کی گرفتاریاں کی گئی ہیں جو اپنا نیٹ ورک بڑھا رہے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر پڑھے لکھے ہیں اور اپنے پروپیگنڈے کو طلباء کے ذریعے پھیلا رہے ہیں... ’’اگر بنگلہ دیش میں حزب التحریر کی تحریک میں شدت آئی تو اس کا اثر بھارت پر بھی پڑے گا کیونکہ بھارت میں موجود خفیہ ارکان ممکنہ طور پر بنگلہ دیش کے ساتھ رابطہ کریں گے‘‘، ایک ذرائع نے یہ بھی کہا‘‘۔ حزب التحریر پر سوائے لبنان، یمن اور متحدہ عرب امارات کے، چین، روس، پاکستان، جرمنی، ترکی، برطانیہ، وسطی ایشیا، انڈونیشیا سمیت تمام عرب ممالک میں پابندی ہے۔ جنوری میں، برطانوی پارلیمنٹ نے اس وقت کے وزیر

داخلہ جیمز کلیورلی کے ذریعہ پیش کردہ ایک مسودے کو منظور کیا تھا جس کے تحت حزب التحریر پر دہشت گردی ایکٹ 2000 کے تحت پابندی عائد کرنے کی تجویز دی گئی تھی"۔

اخبار میں شائع ہونے والے دعوؤں کے جواب میں، ہم حزب التحریر کے مرکزی دفتر کی جانب سے درج ذیل نکات پر زور دینا چاہتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اخبار پیشہ ورانہ صحافتی معیارات اور دیانتداری کے مطابق اس جواب کو اپنے صفحات پر شائع کرے گا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ قارئین اور پرستاروں کو ایک واضح تصویر فراہم کی جائے اور انہیں کہانی کے دونوں پہلوؤں تک رسائی حاصل ہو، تاکہ وہ اس معاملے پر اپنی باخبر رائے قائم کر سکیں۔

اول: حزب التحریر کا اسلامی خلافت کے قیام کا مطالبہ، جس سے مقصود اسلام کا نفاذ ہے، دراصل برطانوی استعمار کے چھوڑے ہوئے مسائل، جیسے ذلت، غلامی، غربت، ظلم، اور نسل پرستی سے برصغیر کو پاک کرنے کی ایک دعوت ہے۔ اس خطے نے آٹھ صدیوں سے زائد عرصہ تک اسلامی حکومت کے تحت امن، خوشحالی، اور ترقی کا دور دیکھا، اس دوران اسلامی حکمرانی نے مختلف نسلی گروہوں کو ایک کثیر الثقافتی اور کثیر المذہبی سرزمین میں یکجا کیا اور ہندوستان کی معیشت کو نئی جِلا بخشی۔ یہی اقتصادی خوشحالی برصغیر کو استعماری طاقتوں کے نشانے پر لے آئی جن میں برطانیہ پیش پیش تھا۔ اسلام کے تحت عالمی معیشت میں برصغیر کا حصہ 23 فیصد تک ہوا کرتا تھا، جو اورنگزیب عالمگیرؒ کے دور میں 27 فیصد تک پہنچ گیا تھا۔ کیا یہی وہ بات ہے جو اخبار کو فکرمند کئے دیتی ہے، یا یہ کہ بھارت کے مظلوم لوگ ہندوتوا کے نظام کے باعث ظلم کا شکار ہو رہے ہیں جبکہ بھارت مغربی استعمار کے ساتھ جڑا ہوا ہے؟ یہ استعمار کبھی برطانوی استعمار کے ساتھ ہوتا ہے، کبھی امریکیوں کے ساتھ، اور کبھی ان دونوں کے درمیان منقسم ہوتا ہے۔ اس استعماری نظام میں آزادی، استحکام، یا شہری امن بے وقعت اور بے معنی ہیں۔

دوم: حزب التحریر انسانی فطرت کو گمراہی سے محفوظ رکھنے کی حمایت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسان کو دو جنسوں، مرد اور عورت کے طور پر پیدا کیا، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ذکر کیا گیا ہے، ﴿**أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى * أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى * ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى * جَعَلَ**

مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ﴾"کیاانسان خیال کرتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم میں ٹپکایا گیا؟ پھر لو تھڑا ہوا پھر (اللہ نے) اس کو بنایا پھر (اس کے اعضا کو) درست کیا پھر اس کی دو قسمیں بنائیں (ایک) مرد اور (ایک) عورت"(سورۃ القیامہ؛75:36-39)۔ اسی نقطہ نظر نے نوع انسان، مرد اور عورت، کی نسل کو محفوظ رکھا ہے اور دونوں جنسوں کے ساتھ انصاف کے ساتھ برتاؤ کیا ہے۔ الہامی شریعہ احکام ہی مرد اور عورت کے درمیان تعلقات کو منظم کرتے ہیں، اور شریعت کے قوانین خواتین کی حیثیت کو بلند کرتے ہیں، انہیں ماؤں کے طور پر اعلیٰ مقام دیتے ہیں، اور بیویوں اور دیکھ بھال کرنے والیوں کے طور پر عزت دیتے ہیں جن کی حرمت کی حفاظت کرنا لازم ہے۔ جبکہ اس کے برعکس، مغربی آزادی کے نظریات خواتین کو مردانہ ہوس کے لئے جنسی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں، اور انہیں ایک ایسی شے کے طور پر سمجھتے ہیں جسے خریدا اور بیچا جا سکتا ہے۔ تو یہ اخبار خواتین کے کن حقوق کے بارے میں "فکر مند" ہیں؟

سوم: دنیا کے کئی ممالک میں حزب التحریر پر پابندی لگنا حزب کی صداقت، اس کے پیغام کی درستگی اور اس کے خیالات کی حقانیت کا ثبوت ہے۔ جن ممالک نے حزب التحریر پر پابندی عائد کی ہے، جیسا کہ رپورٹ میں ذکر کیا گیا ہے، وہ یا تو خود استعماری طاقتیں ہیں جو اسلامی امت کے اندر کسی تنظیم کو برداشت نہیں کر سکتیں، یا وہ نام نہاد تیسری دنیا کے ممالک ہیں جن کا استحصال استعماری طاقتیں کرتی ہیں۔ اگر یہ ممالک ایسا نہ کریں تو وہ وسائل کو لوٹنے، استحصال کرنے اور لوگوں کو غلام بنانے کی صلاحیت کھو دیں گے۔ برطانیہ اس کی ایک اہم مثال ہے، جس نے برصغیر کو صدیوں تک استعماری غلام بنائے رکھا، اور اس کا اثر آج بھی بھارت میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ برطانیہ نے حال ہی میں مظلوم فلسطینیوں کی حمایت کرنے اور غزہ میں یہودی وجود کی جانب سے کیے جانے والے نسل کشی کے خلاف مؤقف اختیار کرنے پر حزب التحریر پر پابندی عائد کر دی ہے۔ برطانیہ یہ بھی جانتا ہے کہ حزب التحریر جس خلافت کا مطالبہ کرتی ہے وہ بھارت کے لوگوں سمیت تمام مظلوم اقوام کو، ایسے استعماری غلبے سے نجات دلائے گی۔ تو کیا برطانیہ، جو کہ ایک تاریخی استعماری طاقت ہے، کی جانب سے پابندی اس بات کی علامت ہے کہ حزب کا پیغام "تشویشناک" ہے، یا یہ ایک

اعزاز کی علامت ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ حزب استعماریت اور اس کے ستائے گئے لوگوں پر ظلم کے خلاف ایک باوقار حریف ہے؟

جہاں تک عرب ریاستوں، وسط ایشیائی ممالک اور دیگر سمیت ان دوسرے ممالک کی بات ہے جنہوں نے حزب پر پابندی لگائی ہے، تو اخبار کو بخوبی یہ معلوم ہے کہ یہ آمرانہ حکومتیں استعماری طاقتوں کے ساتھ منسلک ہیں۔ یہ آمرانہ حکومتیں کسی بھی نظریاتی یا سیاسی تحریک کو، جو امت کی نشاۃ ثانیہ اور استعماری حکمرانی سے لوگوں کی آزادی کی وکالت کرتی ہیں، اجازت نہیں دیتیں۔ ان کی جانب سے حزب پر پابندی لگنا بھی ایک اعزاز کی علامت اور اس کے مقام کی گواہی ہے۔ خاص طور پر بھارتی اخبار کے لئے پاکستان کی جانب سے حزب پر پابندی کا حوالہ دینا انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ کیا پاکستان بھارت کے لئے "آزادئ رائے" اور "انسانی حقوق" کے معاملات میں ایک معیار اور حوالہ بن گیا ہے؟!

چہارم: ہم اخبار اور بھارت کے لوگوں کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ حزب التحریر کا پیغام لوگوں کو سرمایہ داریت کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے ہے، جو آبادی کے نوے فیصد سے زیادہ کو غلام بنائے رکھتے ہیں۔ حزب کا مقصد لوگوں کو اللہ تعالی کی عبادت کے لیے آزاد کرنا ہے، جو امیر اور غریب، اور طاقتور اور کمزور کے درمیان انصاف کو یقینی بناتا ہے۔ حزب مالیاتی اجارہ داروں اور جابرانہ حکمرانوں کے غلبے کو ختم کرنے کی کوشش کرتی ہے، تاکہ انسانیت اسلام کی عظیم حکمرانی سے فائدہ اٹھا سکے۔ بھارت کتنا خوش قسمت ہو گا اگر اس پر اسلام کی حکومت ہو، جیسا کہ صدیوں تک ماضی میں ہوا تھا۔ بھارت کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ حزب کے شباب کا خیر مقدم کریں اور اپنے ملک میں حق اور انصاف کے پیغام کو پھیلانے میں ان کا ساتھ دیں، تاکہ بھارت میں ایک بار پھر انصاف اور خوشحالی کا دور دورہ ہو۔

پنجم: ہمیں علم ہے کہ سنسنی خیز صحافت (tabloid journalism) میں شامل بہت سے صحافی شفافیت یا پیشہ ورانہ معیارات پر عمل نہیں کرتے۔ وہ اکثر مقامی اور عالمی اخبارات میں لکھی ہوئی باتوں کو بغیر کسی جانچ پڑتال کے من و عن نقل و چسپاں کر دیتے ہیں، یا وہ ان مقامی اور عالمی انٹیلیجنس ایجنسیوں کے کہنے پر شائع کرتے ہیں جو بدعنوان حکمران اشرافیہ یا ان ممالک میں ناکام حکومتوں سے فائدہ اٹھانے والوں کے لئے کام کرتی ہیں۔ کیا "دی نیو

انڈین ایکسپریس'' اور اس کے صحافیوں کا یہی حال ہے؟ ہر صحافی جو اپنے لوگوں کے لئے مخلص ہے، اسے خبر کو اپنے ناظرین اور قارئین تک پہنچانے میں حقائق کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے ملک اور لوگوں کے لئے بھلائی کی خواہش کرنی چاہیے۔ اور اس سے بڑی کوئی بھلائی نہیں ہے جو کہ عظیم اسلام میں ہے۔ کائنات، انسانیت اور حیات کے خالق، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا'' (سورۃ المائدہ؛ 5:3)۔ یہاں دین سے مراد ایک طرزِ حیات، ایک نظام زندگی، اور ایک نظام حکمرانی ہے۔

فہرست

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(267-271)

جلیل القدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنْ الأَرْضِ وَلاَ تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلاَّ أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (267) الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلاً وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (268) يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُوْلُوا الأَلْبَابِ (269) وَمَا أَنفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ (270) إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (271)﴾

"اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو؛ اور یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب قسم کی چیزیں (اللہ کے نام پر) دیا کرو گے جو (اگر کوئی دوسرا تمہیں دے تو نفرت کے مارے) تم اسے آنکھیں میچے بغیر نہ لے سکو۔ اور یاد رکھو کہ اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ ہر قسم کی تعریف اسی کی طرف لوٹتی ہے"۔ شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے؛ اور اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ بڑی وسعت والا، ہر بات جاننے والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے دانائی عطا کر دیتا ہے اور جسے دانائی عطا ہو گئی، اسے وافر مقدار میں بھلائی مل گئی۔ اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو سمجھ کے مالک ہیں۔ اور تم جو کوئی خرچ کرو یا کوئی منت مانو، اللہ اسے جانتا ہے۔ اور ظالموں کو کسی طرح کے مددگار میسر نہیں آئیں گے۔ اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تب بھی اچھا ہے؛ اور اگر ان کو چھپا کر فقرا کو دو تو یہ تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے۔ اور اللہ تمہاری برائیوں کا کفارہ کر دے گا؛ اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے"۔

آیات کریمہ مسلسل انفاق کے بیان میں آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے وقت احسان جتانے اور ایذارسانی سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ اس قسم کا خرچ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں کیا جاتا۔

1۔ اب اللہ سبحانہ وتعالیٰ مذکورہ آیت کریمہ **(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ)** "**اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو؛**" میں بیان فرماتے ہیں کہ جو کچھ خرچ کیا جائے اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پاکیزہ اور طیب ہو، خراب مال نہ ہو۔

بلکہ آیت کریمہ میں خراب اور بے کار مال خرچ کرنے کا ارادہ تک کرنے سے نہی آئی ہے اور یہ نہی جازم ہے۔ اس کا قرینہ یہ آیت کریمہ ہے کہ **(اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ)** "**شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے**"۔ دلالتِ اشارہ سے اس عبارت (منطوق) کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ جو شخص اپنے مال میں سے گھٹیا اور بے کار چیز کو خرچ کرنے کے خیالات رکھتا ہے وہ شیطان کی مانتا ہے اور اس کے حکم پر چلتا ہے، یہ اس بات کے حتمی ہونے کا قرینہ ہے کہ مذکورہ نہی اس عمل کو حرام قرار دینے کے لیے ہے۔

چونکہ خبیث اور خراب مال میں سے خرچ کرنا حرام ہے، اس لیے اس کا مطلب ہے کہ مذکورہ آیت فرض نفقہ اور خرچ مثلاً زکوٰۃ سے متعلق ہے، اسی میں اللہ کے راستے یعنی جہاد میں خرچ کرنا بھی داخل ہے، اسی طرح ہر ایسا خرچ جو انسان پر واجب ہوتا ہے، ایسے تمام نفقات کا خراب مال میں سے ادا کرنا حرام ہے۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ **(وَلاَ تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ)** "**یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب قسم کی چیزیں (اللہ کے نام پر) دیا کروگے**"۔ اس کے بارے میں ابو امامہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: خبیث سے جعرور اور لون حبیق کھجور مراد ہیں: **فنهى رسول الله ﷺ أن يؤخذا في الصدقة،** "**اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ میں اس کو لینے سے نہی فرمائی**" (النسائی، ابوداؤد)۔ یعنی کھجور کی زکوٰۃ میں اس کو لینے سے منع فرمایا، یہ کھجور کی دو خراب قسمیں ہیں۔

عبیدۃ السلمان سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول(**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الأَرْضِ وَلاَ تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ**) کے بارے میں پوچھا۔اُنہوں نے جواب دیا: یہ آیت فرض زکوٰۃ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، آدمی کھجور کو کاٹ کر لے آتا اور عمدہ کھجور کو ایک طرف کر کے رکھ دیتا تھا، جب صدقہ لینے والا ان کے پاس آتا جو زکوٰۃ جمع کرتا تھا، تو وہ خراب کھجور میں سے دے دیتا تھا۔ تو اللہ سبحانہ نے یہ آیت (**وَلاَ تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ**) نازل فرمائی (ترمذی، المستدرک)۔

جہاں تک نفلی صدقہ کا تعلق ہے تو اگرچہ اس میں بھی افضل یہ ہے کہ آدمی اپنے کھجور اور دیگر اموال میں سے عمدہ چیز دے کر ثواب حاصل کرے اور خراب یا تھوڑا مال دے کر نفلی صدقہ کا ثواب حاصل نہ کرے، مگر ہم یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ نفلی صدقہ میں خراب مال دینے سے وہ گناہ گار ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نفلی صدقہ اس پر واجب نہیں ،البتہ یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے صدقہ کو قبول کرے گا یا نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف طیب اور عمدہ صدقہ کو قبول کرتے ہیں۔

اس لیے مذکورہ آیت اس حق کے مطالبے کے بارے میں ہے جو آدمی پر واجب ہوتا ہے، چنانچہ اس کا عمدہ مال میں سے ہونا واجب ہے، اس لیے اس کے لیے جو مثال بیان فرمائی ہے وہ انسان کے اپنے حق کے تقاضے کی ہے، یعنی کسی کا کسی پر حق ہو تو وہ اس سے خراب مال کا مطالبہ نہیں کرتا (**وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلاَّ أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ**)"جو(**اگر کوئی دوسرا تمہیں دے تو نفرت کے مارے) تم اسے آنکھیں میچے بغیر نہ لے سکو**" کے یہی معنی ہیں، اپنا حق لیتے وقت خراب مال نہیں لیتے، سوائے یہ کہ اس مال کے اندر موجود عیب اور گھٹیا پن کا اسے پتہ نہ ہو یا دیکھا نہ ہو۔

اس میں ان لوگوں کے رویے پر نکیر ہے جو وہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں اپناتے، یعنی خراب مال دیتے تھے۔ جبکہ وہ اپنے حقوق کے مطالبے کے وقت خراب مال قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، تو جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتے، اللہ کے لیے کس طرح پسند کرتے ہیں؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس آیت کریمہ کا اس بات سے اختتام فرماتے ہیں کہ وہ غنی اور بے پرواہے، جس کو ان کے صدقوں سے کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ وہ تو ان کے صدقوں کا بدلہ دے گا، اگر وہ خیر و بھلائی کے کام کرتے ہیں تو ثواب دیتا ہے، برے کام کریں تو سزا دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک اور آیت میں آیا ہے **(وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ) "اور (یاد رکھو کہ) جو بھلائی کا عمل بھی تم خود اپنے فائدے کے لیے آگے بھیج دو گے، اُس کو اللہ کے پاس پاؤ گے"** (البقرۃ:2:110) پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ تعریف اور حمد و ثنا کا مستحق ہے، کہ اس کی مخلوق اس کی نعمتوں پر اس کی حمد و ثنا بیان کرے، تو نعمت کا شکریہ اور اس پر حمد و ثنا یہ نہیں کہ اللہ سبحانہ کا حق خراب مالوں میں سے دیا جائے جو اللہ کے عطا کردہ ہیں۔ **(وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ) "اور یاد رکھو کہ اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ ہر قسم کی تعریف اسی کی طرف لوٹتی ہے"۔**

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ) "اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو"؛ یہ مسلمانوں سے خطاب ہے کہ وہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ میں عمدہ مال دیں۔

(أَنفِقُوا) زکوٰۃ دو۔

(مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ) "جو کچھ تم نے کمایا ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ"۔

(كَسَبْتُمْ) خرید فروخت، اجارہ اور تجارت، کمپنیاں، وراثت، عطیات، وصیت وغیرہ کے لین دین سے تمہیں جو کچھ مل جائے، تو ان کی زکوٰۃ دو۔ اس میں تجارتی سامان، سونے اور چاندی کے سکے اور چوپائے سب اس میں داخل ہیں۔

(وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الأَرْضِ) **"اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہو"**۔اس میں حدیث میں مذکور فصلوں اور پھلوں کی زکوٰۃ شامل ہے: **التمر والزبيب والقمح والشعير**، کھجور، کشمش، گندم اور جو۔ان میں ہر ایک کا اپنا نصاب اور شرائط ہیں۔

(وَلاَ تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ) اور یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب قسم کی چیزیں (اللہ کے نام پر) دیا کروگے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے مالوں میں سے گھٹیا مال سے صدقہ نکالنے یعنی زکوٰۃ دینے کا ارادہ مت کرو۔

یہاں **(الْخَبِيثَ)** سے مراد حرام نہیں بلکہ خراب مال مراد ہے کیوں کہ اس میں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ وہ عمدہ مال میں سے زکوٰۃ نکال کردیں، خراب مال سے نہیں۔اس کا قرینہ **(مَا كَسَبْتُمْ)** اور **(وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الأَرْضِ)** ہے، مسلمان کی کمائی حرام نہیں ہوتی، کیونکہ خطاب **(الَّذِينَ آمَنُوا)** کے ساتھ کیا گیا، یہ اس کی کمائی کے حلال ہونے کے لیے وصف مفہم ہے۔اس طرح **(وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الأَرْضِ)** میں زمین سے پیداوار نکالنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی، اس سے بھی اس کے حاصل کردہ پیداوار کے حلال ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایمان والوں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے عمدہ اموال میں سے زکوٰۃ نکالیں، اور خراب مال سے زکوٰۃ نکالنے کا ارادہ تک نہ کریں۔

(وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلاَّ أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ) **جو (اگر کوئی دوسرا تمہیں دے تو نفرت کے مارے) تم اسے آنکھیں میچے بغیر نہ لے سکو۔**

(تُغْمِضُوا فِيهِ) یا تو یہ **اغمض الرجل في امر كذا** سے ہے، جس کا مطلب ہے: اس نے معاملے میں نرمی برتی کی اور اپنا کچھ حق لینے پر راضی ہوا اور درگذر کیا۔ یا یہ تغميض العين سے ہے جو کہ نہ دیکھنے سے کنایہ ہے۔ زیادہ راجح بات یہ ہے کہ یہ تغميض العين سے ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں سلسلۂ کلام اس طرح چل

رہاہے کہ (اللہ تعالیٰ تمام حالات میں اپنے حق کی ادائیگی میں خراب مال میں سے قبول نہیں کرتا کیونکہ اس کا تعلق زکٰوۃ سے ہے، جس طرح وہ خود اپنا حق لینے میں خراب مال قبول نہیں کرتے سوائے اس صورت کے جب وہ اس میں اغماض برتیں) اس تشبیہ کو صحیح بنانے کے لیے اور یہ بتانے کے لیے کہ خراب مال میں سے زکٰوۃ کسی بھی حال میں قبول نہیں، یہ کہیں گے کہ یہ **(الا ان تغمضوا)** کا استثناء اللہ کی نسبت سے نہیں۔ بلکہ انسانوں سے متعلق ہے۔

تو اگر **(تغمضوا)** سے مراد صرف نرمی اور درگذر ہی ہوتی، اور یہ مطلب لیا جائے کہ جیسے تم خود گھٹیا مال کو قبول نہیں کرتے سوائے یہ کہ تم اس میں نرمی اور درگذر سے کام لو، اسی طرح اللہ تعالیٰ گھٹیا مال میں سے زکٰوۃ میں دینا قبول نہیں فرماتے،، تو اس کے معنی پھر یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اس زکٰوۃ کو قبول نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس میں نرمی اور درگذر کرے یعنی معاف کر دے، اور یہ ممکن بھی ہے۔ نتیجہ یہ کہ اس سے یہ احتمال برآمد کیا جا سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کے بارے میں نرمی فرمائیں گے تو خراب مال میں سے زکٰوۃ قبول کر لیں گے۔ حالانکہ یہاں یہ بتلانا مقصود ہی نہیں۔ اس کا مطلب بس یہ ہے کہ گھٹیا اور خراب مال میں سے اللہ تعالیٰ زکٰوۃ قبول نہیں فرماتے۔

اب **(إِلَّآ أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ)** کا مطلب ہے کہ سوائے یہ کہ تم اس کو دیکھ نہ لو اور اس میں موجود عیب سے تم لاعلم رہو۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو کسی بھی معاملے کے بارے میں لاعلمی سے منزہ اور پاک ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ یہ استثناء اللہ سبحانہ کی نسبت سے مراد نہیں، اس بنیاد پر معنی یہ کیے جائیں گے کہ:

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ گھٹیا اور خراب مال میں سے زکٰوۃ قبول نہیں کرتے، جیسے تم خود اپنے حق کو لینے میں خراب چیز قبول نہیں کرتے، سوائے یہ کہ تم اس عیب کو دیکھ نہ سکو، اور چونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اس لیے یہ استثناء اللہ سبحانہ کے بارے میں نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کسی بھی صورت میں گھٹیا مال میں سے زکٰوۃ قبول نہیں فرماتے۔

2۔ آئندہ آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ شیطان اپنے دوستوں کو ہمیشہ مفلسی سے ڈراتا ہے اور ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتا رہتا ہے کہ وہ اپنے مال خرچ نہ کریں اور زکٰوۃ نہ دیں، اور خرچ کرنا ہی پڑے تو

خراب مال میں سے دوتا کہ وہ مفلس نہ ہو جائیں، اس طرح شیطان ان کے لیے برائی کو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے، نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے غضب اور پکڑ کا سامنا کریں گے، اس طرح ان کے ساتھ شیطان کے یہ وعدے ان کے لیے سبب ہلاکت بنیں گے۔(**يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلاَّ غُرُورًا**) **"وہ توان سے وعدے کرتا اور انہیں آرزوؤں میں مبتلا کرتا ہے، جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) شیطان ان سے جو بھی وعدے کرتا ہے، وہ دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں**"(النساء: 4:120)

یہ ہے شیطان کا وعدہ: تنگدستی اور بے حیائی کا۔

اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ان سے اپنی طرف سے مغفرت اور مہربانی کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ : وہ تم سے شیطان کے (تنگدستی کے) وعدے کے بالمقابل مالداری کا وعدہ کرتا ہے۔ ایسا اس لیے نہیں کہ اس میں دونوں جہانوں میں کامیابی کا وعدہ بھی داخل ہو جائے، وہ دنیا و آخرت میں خیر اور بھلائی کا وعدہ ہے، یعنی دنیا میں عمدہ، طیب اور حلال رزق اور آخرت میں گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت۔ حقیقت میں یہ دارین کی بھلائی ہے۔

اللہ سبحانہ اس آیت کا اختتام ان الفاظ کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اس کی عطا وسیع اور اس کی مغفرت وسیع ہیں، وہ ثواب اور عذاب کے مستحق لوگوں کو بخوبی جانتے ہیں **(وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ)** کے یہی معنی ہیں۔

(الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ) یعنی تمہیں خرچ کرنے پر تنگدستی سے ڈراتا ہے، یہ گویا اسی خبیث مال کا از سرنو ذکر کیا گیا جو گزشتہ آیت کریمہ میں آیا تھا۔

(وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ) یعنی بے حیائی کا کام، جیسے کنجوسی اور صدقہ چھوڑ دینا، اس لفظ کے مفہوم کے تحت تمام گناہ جیسے زنا، حرام کاموں میں مال اڑانا اور سود وغیرہ جیسے گناہ بھی داخل ہیں۔

(وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلاً) یعنی دونوں جہانوں میں کامیابی، آخرت میں گناہوں کی معافی اور اللہ کی خوشنودی اور دنیا میں اچھا رزق اور پردہ پوشی، نیک اعمال کرنے والوں کو اچھا بدلہ ملے گا۔

اور(**الوعد**) عربی زبان میں جب مطلق ذکر کیا جائے تو اس سے بھلائی کا وعدہ مراد ہوتا ہے اور جب اس کے ساتھ کوئی مقید ذکر کیا جائے تو اس کے مطابق کبھی بھلائی کے لیے ہوتا ہے اور کبھی برائی کے لیے، جیسے لفظ (البشارة)

ہیں۔ تو اس آیت میں **وعد** کا استعمال دو وجوہات سے مقید کیا گیا ہے:

(الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ) یعنی شر کا وعدہ کرتا ہے۔

((وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ) یعنی اللہ خیر کا وعدہ کرتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **((ان للشيطٰن لمـة بابن آدم و للملک لمـة ، فاما لمة الشيطٰن فايعاد بالشر و تكذيب بالحق، و اما لمة الملک فايعاد بالخير و تصديق بالحق، فمن وجد ذلک فليعلم انة من الله، فليحمد الله و من وجد الأُخرىٰ فليتعوذ بالله من الشيطٰن ثم قرأ (الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ)** "یقیناً شیطان بھی انسان کو مس کرتا ہے اور فرشتہ بھی۔ شیطان اس کو اس طرح مس کرتا ہے کہ اس کے ساتھ برے وعدے کرتا ہے اور اسے حق کو جھٹلانے کا حکم کرتا کرتا ہے۔ جہاں تک فرشتے کا مس ہے تو وہ خیر کا وعدہ کرنا اور حق کی تصدیق کرنا ہے۔ سو جو کوئی اس طرح محسوس کرے تو وہ جان لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اس پر اللہ کی حمد کرے اور جو کوئی اور طرح کا احساس کرے تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی **(الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ)** (ترمذی، تفسیر الطبری)۔

اور **"لَمَّة"** لام کے زبر کے ساتھ، اس کا مطلب ہے وہ خیالات اور جذبات جو دل میں آتے ہیں۔ اس سے مراد فرشتے یا شیطان کا کسی کے دل میں خیال ڈالنا اور اس کے قریب ہو جانا، سو اگر دل میں آنے والے خیالات نیکی اور خیر کی ترغیب والے ہیں تو وہ فرشتے کی طرف سے ہیں، اور اگر وہ خیالات برائی کی طرف مائل کرتے ہیں تو وہ شیطان کی طرف سے ہیں۔

3۔اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرماتے ہیں کہ حکمت اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کرتا ہے۔ حکمت کا مطلب ہے کہ انسان صحیح بات کہے، درست عمل کرے، غور و فکر اور تدبر کرے۔ جسے اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا کرے، وہ اپنے خالق کو پہچانتا ہے، اس کے شرع کی پابندی کرتا ہے، اور اس کے ذریعے بہت ساری بھلائیاں حاصل کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پچھلی آیت کے بعد ذکر کیا، خاص طور پر اس قول کے بعد کہ **(وَ لاَ تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنَ الْخَبِيثَاتِ وَ لَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ)**۔ ''اس میں اشارہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے خراب مال سے خرچ کرتے ہیں، ان میں حکمت نہیں ہے۔ اگر ان کے پاس حکمت ہوتی تو وہ یہ سمجھتے کہ جو چیزیں خود ان کے لیے پسندیدہ نہیں ہیں، تو ضرور جان لیتے کہ جو کچھ وہ اپنے لیے پسند نہیں کرتے، انہیں اپنے خالق کے لیے بھی وہ پسند نہیں کرنا چاہیے۔ چونکہ وہ اپنے حقوق کی ادائیگی میں صرف بہترین چیزیں قبول کرتے ہیں، تو یہ اس بات کی مزید دلیل ہے کہ اگر ان میں حکمت ہوتی تو وہ یہ سمجھ لیتے کہ اپنا حق لینے میں اللہ تعالیٰ بھی صرف بہترین چیزیں ہی قبول کرتا ہے''۔

پھر اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کا اختتام فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ کی آیات سے فائدہ اٹھاتے ہیں، وہی لوگ ہیں جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں، صاحب عقل و خرد لوگ جو عبرت حاصل کرتے ہیں اور سبق سیکھتے ہیں **(وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ)** ''صرف عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں''۔

(يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ) ''یعنی وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے حکمت دیتا ہے''۔

اور **(الْحِكْمَةَ)** اصل میں حکم اور فیصلہ کرنے سے لیا گیا ہے، یہ اِحکام کا مصدر ہے، اِحکام سے مراد علم اور عمل میں مہارت، درست رائے اور اس میں کامیابی، اور وہ چیز جو انسان کو بے وقوفی سے روکے۔ یہ ہر اس چیز میں آتا ہے جو مہارت، کامیابی اور درست رائے سے متعلق ہو، اسی لیے عربوں نے اسے اس کو اس کے اصل معنی میں بھی

استعمال کیا ہے اور اس اصل کے تحت دیگر مشترکہ معانی میں بھی۔ پھر جو معنی مراد ہو، سیاق و سباق سے اس کو متعین کیا جاتا ہے۔

اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کی پہچان، قرآن، اس میں تدبر، نبوت، سنت، علم، حکمت، فقہ وغیرہ میں کیا گیا ہے۔

اور اس آیت کریمہ **(يُؤتِي الحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ) "جسے چاہے حکمت دیتا ہے"**۔ میں راجح یہ ہے کہ حکمت یہاں اپنے اصل معنی میں استعمال کیا گیا ہے یعنی (درست رائے اور راست قول و عمل) یہ بات اس لیے کی کہ **(وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ)** کے بعد اس آیت کو ذکر کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر ان کے پاس صحیح قول و عمل اور درست رائے ہوتی تو وہ سمجھ لیتے کہ جو چیز ان کے اپنے حقوق کی ادائیگی کے لیے انہیں پسندیدہ نہیں ہے، اللہ تو پہلے ہی اسے اپنے حق کے لیے پسند نہیں کرے گا۔ لہٰذا، ان کے پاس حکمت کی عدم موجودگی کی بنا پر انہوں نے خراب مال کو اختیار کیا اور اسی سے خرچ کیا، اور وہ یہ نہ جان سکیں کہ انہوں نے اللہ کو ایسی خراب چیز دی ہے جو وہ خود لینا پسند نہیں کرتے۔

پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ جسے حکمت دی گئی، اس کے لیے دونوں جہانوں کی بھلائی کی طرف جانے والے راستے کھول دیے گئے۔ لہٰذا رائے کی درستگی اور قول و عمل کی سچائی سے اللہ کی توفیق سے اس کے لیے دونوں جہانوں کی بھلائی حاصل کرنا ممکن ہو جاتا ہے، یوں وہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فائدہ اٹھاتا اور بقدر استطاعت اعمال خیر میں جلدی کرتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لا حسد إلا في اثنتين: رجل آتاه الله تعالى مالاً فسلطه على هلكته في الحق، ورجل آتاه الله تعالى الحكمة فيقضي بها ويعلمها** "حسد صرف دو چیزوں میں جائز ہے: ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے حق کی نصرت میں خرچ کرتا ہو، دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت دی ہو وہ اس سے فیصلہ کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے"

(بخاری و مسلم)۔اس حدیث مبارکہ میں حکمت کا مطلب قرآن اور سنت میں تدبر اور ان میں فقہ یعنی سمجھ حاصل کرنا ہے۔

4۔جب اللہ تعالیٰ نے فرض زکوٰۃ اور اس کی ادائیگی کے بارے میں بلا احسان، بغیر ایذا رسانی اور بلا ریاکاری ادائیگی بیان فرمایا اور یہ کہ یہ طیب اور اچھے مال سے ہونا چاہیے، نہ کہ خراب مال سے۔تو اب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی کہ انسان پر وہ خرچ بھی فرض ہے جو نذر وغیرہ کی وجہ سے وہ اپنے اوپر لازم کر دیتا ہے،اس کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے لوگوں کو فرض زکوٰۃ کے بارے میں عذاب کی وعید دے رہے ہیں، **وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ** ''**اور تم جو کوئی خرچ کرو**''،**أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ** ''**یا کوئی منت مانو**''اور ان کو بھی جو کوئی نذر مان لیں اور اس کو پورا کرنا ان پر لازم ہو جائے،انہیں دردناک عذاب کی وعید دی، اگر وہ اس خرچ کو صحیح مصرف میں خرچ نہ کریں۔ یہ وعید ہر اس شخص کے لیے ہے جو یا تو ریاکاری سے خرچ کرے، یا اذیت دے کر خرچ کرے، یا خراب مال میں سے خرچ کرے، یا کسی گناہ کے کام میں لگائے یا پھر نذر کو پورا نہ کرے یا صدقہ نکالنے میں بخل سے کام لے۔

ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اس دن عذاب دیے جانے کی وعید سنائی ہے جب انہیں کوئی مددگار نہیں ملے جو ان کو اللہ کے عذاب سے بچا دے، ایسے لوگ ظالم ہیں جو بے جا کام کرتے ہیں **(وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ)** کے یہی معنی ہیں۔ یہ وعید اس بات کا قرینہ ہے کہ آیت میں ذکر کردہ (نفقة اور نذر) واجب نفقہ ہیں، جیسے زکوٰۃ اور ان افراد پر خرچ جو آدمی کے زیر کفالت ہوں، اور نذر جو واجب طور پر پوری کی جانی چاہیے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کی عدم ادائیگی پر سزا مرتب ہوتی ہے۔

(فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ) یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ان سب کی جزا کی طرف ایک اشارہ ہے۔اس میں ان لوگوں کے لیے وعید ہے جو اللہ کی اطاعت سے نکل جائے۔ اللہ کے اطاعت سے نکل جانے کے معنی ہیں کہ جو اس نے

فرض کیا ہے، اسے پورا نہ کریں یا نذروں کی پاسداری نہ کریں۔ (فاء) شرط کے جواب میں داخل ہے، اور (ما) شرطیہ ہے۔

النسائی نے عمران بن حصین سے نقل کیا ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **((النذر نذران، فما كان من نذر في طاعة الله فذلك لله تعالى وفيه الوفاء، وما كان من نذر في معصية الله تعالى فذلك من الشيطان، ولا وفاء فيه ويكفره ما يكفر اليمين)): "نذر دو قسم کی ہوتی ہے، جو نذر اللہ کی اطاعت میں ہو، وہ اللہ کے لیے ہے اور اس کو پورا کرنا ضروری ہے، اور جو نذر اللہ کی معصیت میں ہو، وہ شیطان کی طرف سے ہے، اس میں کوئی وفا (پورا کرنا) نہیں ہے، اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے"۔**

پھر اللہ تعالیٰ آخری آیت میں بیان فرماتے ہیں کہ اگر صدقہ دینے میں ریاکاری نہ ہو تو اس کا اعلانیہ دینا بہتر ہے، لیکن جب فقیر کو دے تو اسے چھپانا زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے صدقات سے ان کے بعض گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔ **(إِنَّ الحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) "بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں"** (ہود: 11:114)

اور بے شک، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے باخبر ہے، کوئی چیز اس پر چھپی نہیں رہ سکتی، وہ صدقہ دینے کی نیت اور اس میں اخلاص کو جانتا ہے۔ وہ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کو شمار کرتا ہے۔

یہ آیت پچھلی آیت کی وضاحت کرتی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ زکوٰۃ اور واجب نذروں کو فقیر کو دینے میں ظاہر کرنا یا چھپانا دونوں کی تعریف کی گئی ہے۔ تاہم، چھپانا ظاہر کرنے سے بہتر ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، اور یہ معطی کے لیے ریاکاری سے دور اور فقیر کے لیے بھی آرام دہ ہوتا ہے۔

(إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ) "اگر تم صدقات کھل کر دو"۔ یہ آیت پچھلی آیت کی وضاحت کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرض زکوٰۃ یا واجب نذر کو فقیر کو چھپ کر دے یا کھل کر، دونوں ہی عمل قابل تعریف ہیں مگر اسے

چھپانا ظاہر کرنے سے بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ یہ دینے والے کے لیے ریاکاری سے بچنے اور لینے والے کے لیے شرمندگی سے دور رہنے کا باعث بنتا ہے۔

اور چونکہ یہ آیت (إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ) پچھلی آیت (وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ) کی وضاحت کرتی ہے، اس لیے ان دونوں کے درمیان حرف عطف چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور چونکہ یہ آیت وضاحت ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، تو اس میں مذکورہ "صدقات" کا مطلب ہے "نفقہ" اور "نذر" جو پچھلی آیت میں ذکر ہوئی ہیں، یعنی فقیر کے لیے واجب خرچ، فرض زکوٰۃ، اور واجب نذر جو فقیر کو دی جاتی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

یہاں ایک مسئلہ سامنے آتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ) "اور تم فقیروں کو دو گے" جب کوئی شخص مثلاً اپنے زیر کفالت نادار کو واجب خرچ دے، یا نذر کو پورا کرنے کی صورت میں، جو فقیروں کو دینا واجب ہوتا ہے، تو اس خرچ کا براہ راست دینے والے کی جانب سے ہونا واضح اور ممکن ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ کی صورت میں بھی کیا براہ راست فقیر کو دے سکتا ہے؟ کیا زکوٰۃ دینے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ براہ راست فقیر کو دے، یا اسے ریاست کو دینا لازمی ہے تاکہ وہ آگے فقیر کو دے؟

ابو یوسفؒ نے "الخراج" میں بیان کیا ہے کہ إن زكاة النقدين يجوز أن يعطيها صاحبها إلى الفقراء مباشرة دون أن يدفعها للدولة وذلك بإذن من الخليفة "نقدین (سونا چاندی) کی زکوٰۃ کو اس کا مالک براہ راست فقیر کو دے سکتا ہے، بغیر اس کے کہ وہ ریاست کو دے، بشرطیکہ خلیفہ کی اجازت سے ہو"۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو اجازت دی جو نقدین کی زکوٰۃ براہ راست محتاجوں کو دیتے تھے اور اس کی تائید کی۔

لٰہذا، خلیفہ یہ اختیار رکھتا ہے کہ کسی شخص کو اجازت دے کہ وہ اپنی نقد رقم کی زکٰوۃ فقیروں کو اپنے ہاتھ سے براہ راست دے، اور اس صورت میں یہ آیت (**وَإِنْ تُخْفُوهَا وتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ**) اس پر بھی لاگو ہوگی۔ کیونکہ یہاں فعل شرط (**تُخْفُوهَا**) نہیں ہے بلکہ (**تُخْفُوهَا وتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ**) ہے۔ سو جب زکٰوۃ کی فراہمی خرچ کرنے والے کی طرف سے براہ راست ہو تو اس صورت میں چھپانا بہتر ہے۔

یہ تفصیل زکٰوۃ نقدین کے بارے میں ہے، جسے خرچ کرنے والا براہ راست غریبوں کو دے سکتا ہے۔ جبکہ دیگر چیزوں کی زکٰوۃ جیسے جانوروں اور فصلوں کی صورت میں، تو مالک کے لیے انہیں براہ راست غریبوں کو دینا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ ان کی زکٰوۃ جمع کر کے صدقات کے والی یا عامل صدقہ کو دے۔ اس صورت میں آیت کریمہ میں مذکورہ خفیہ صدقہ کی فضیلت کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ اس کا اعلانیہ طور پر دینا اس سے بہتر ہے کہ مالک چھپ کر والی کے پاس زکٰوۃ دینے کے لیے جائے یا عامل کو خفیہ طور پر دے، کیونکہ احکام کی تنفیذ میں خلیفہ کی اعلانیہ اطاعت خفیہ اطاعت سے افضل ہے۔

امام احمدؒ نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا (**يا رسول الله أي الصدقة أفضل؟ قال: صدقة سرّ إلى فقير أو جهد مقلّ. ثم قرأ الآية**) **"یا رسول اللہ! کونسا صدقہ سب سے بہتر ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جو خفیہ طور پر غریب کو دیا جائے یا خود محتاج کا صدقہ دیدینا"**۔ پھر آپ نے مذکورہ آیت پڑھی (احمد، ابن حبان)۔

صحیح حدیث میں ہے (**سبعة يظلهم الله بظله يوم لا ظلّ إلا ظله - ومنهم - ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى لا تعلم شماله ما صنعت يمينه**) **"سات لوگ ہیں جنہیں اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا، جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا...- اور ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو صدقہ دے اور اسے اس قدر چھپائے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو یہ نہ معلوم ہو کہ اس کی دائیں ہاتھ نے کیا کیا"**۔ یہاں "صدقہ" عام ہے، یعنی یہ فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غریب کو براہ راست دیتا ہے، تو اس کا خفیہ دینا فرض یا نفل ہو، وہ بہتر ہے، لیکن اگر یہ ایسا فرض صدقہ اور زکوٰۃ ہو جو خلیفہ یا اس کے عاملوں کو دی جاتی ہے، تو اس کا اعلانیہ دینا بہتر ہے۔ ابن عباس رضي اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ خفیہ صدقہ نفل کے مقابلے میں ستّر گنا بہتر ہے، جبکہ فرض صدقہ اعلانیہ طور پر دینا، خفیہ سے پچیس گنا بہتر ہے۔ یہاں فرض صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے جو اسلامی ریاست کو دی جاتی ہے، اور اس کا اعلانیہ دینا اس لیے بہتر ہے کہ خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں اطاعت کا اظہار افضل ہے۔

"**نعما**" ماضی کا فعل مدح ہے جو فتح پر مبنی ہے، اور اس کی اصل "**نِعمَ**" ہے۔ جب اس کے "**ما**" متصل ہوا تو میم کو ساکن کر دیا گیا اور عین کو کسرہ دیا گیا تاکہ دو ساکنوں کے ملنے سے بچا جا سکے۔

"**ما**" نکرہ تامہ ہے۔ تمیز ہونے کی بنا پر یہ حالت ِ نصب میں ہے، اور "**نِعمَ**" کا فاعل ضمیر مستتر ہے جو صدقات کی طرف لوٹتی ہے، جس کی وضاحت بعد میں آنے والے تمیز سے ہوتی ہے۔

(ھی) مبتدا مؤخر ہے، یہ ابداء صدقہ (اظہار صدقہ) کی طرف لوٹتی ہے اور اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے۔ اس کا مطلب "فنعما إبداؤھا" بنتا ہے۔ لیکن یہاں مضاف (ابداء) حذف کیا گیا ہے اور مضاف الیہ اس کی جگہ رکھا گیا ہے۔ تو یہاں مخصوص بالمدح صدقات نہیں بلکہ ان کا ابداء (اظہار) ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

اس بات کا ثبوت کہ یہاں مخصوص بالمدح ابداء ہے، نہ کہ صرف صدقات، یہ ہے کہ یہاں اسی پر آگے "إخفاء" کا عطف کیا گیا ہے۔ اور خیر ہونے کی نسبت بھی اسی اخفا کی طرف کی گئی ہے۔ (**وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ**) تو یہاں نسبت اخفاء کی طرف ہے، نہ کہ صدقات کی طرف، یہ اپنے معطوف علیہ (**إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ**) کے مقابلے میں ہے۔ یعنی، جس چیز کی یہاں خصوصی طور پر مدح ہو رہی ہے وہ صدقات کا ابداء (اظہار) ہے، کہ پہلے تو اظہار اچھا ہے جبکہ اس سے بہتر چیز صدقات کا اخفاء ہے۔

(فَنِعِمَّا هِيَ) یہ جملہ محل جزم میں ہے کیوں کہ یہ پہلی شرط **(إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ)** کا جواب ہے۔

(فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ) یہ بھی محل جزم ہے اور دوسری شرط **(وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ)** کے جواب میں ہے۔

(وَيُكَفِّرُ عَنكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ) یہاں کلمہ **(مِنْ)** زائد ہے (زائد کے معنی یہ ہے کہ کلام میں اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے، البتہ تحسین کلام کے لیے بڑھادیا جاتا ہے جس کا تعلق زبان سے ہے)۔ سو یہ اس لیے زائد ہے کہ اللہ تعالیٰ توسب گناہوں کو مٹادیتا ہے، یا یہ تبعیضیہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کچھ سیئات کو مٹادیتا ہے۔

تاہم، متواتر قرأت **(وَنُكَفِر)** ہے، یعنی نون کے ساتھ ہے اور راء پر جزم ہے، اور یہ جزم والی قرأت جواب شرط ہے۔ یعنی ''سیئات کا کفارہ صدقات کے اخفاء پر موقوف ہے''۔ تو اگر کلمہ **(مِنْ)** زائد ہو تو معنی ہوگا کہ اگر آپ صدقات کو چھپائیں گے تو سب سیئات کا کفارہ ہوگا، اور اگر یہ تبعیضیہ ہو تو معنی ہوگا کہ آپ کے کچھ سیئات کا کفارہ ہوگا۔

دیگر دلائل کو دیکھتے ہوئے چونکہ صدقات کے اخفاء کی وجہ سے ہر سیئہ کا کفارہ نہیں ہوتا، بلکہ کچھ کا ہوتا ہے، اس لیے یہاں **(مِن)** تبعیضیہ ہوگا۔

جبکہ پہلی قرأت میں **(وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ)** محل جزم پر معطوف نہیں ہے، یعنی یہ جواب شرط نہیں بلکہ یہ ایک نیا جملہ ہے، اور یہ اللہ کی طرف سے خبر ہے کہ وہ سیئات کا کفارہ کرتا ہے، جو ممکن ہے کہ سب کا ہو یا بعض کا۔ اس قرأت میں **(مِن)** زائدہ بھی ہو سکتا ہے جس کا مطلب ہے کہ تمام سیئات کا کفارہ کردے گا۔ اور تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے، اس بنا پر یہ قرأت متشابہ قرأت ہے۔

جزم والی قرأت سے معلوم ہوتا ہے کہ **(مِن)** تبعیض کے لیے ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے کہا، لیکن چونکہ دونوں قرأتیں متواتر ہیں اور دونوں کا مضمون ایک ہے، اصول تفسیر یہ ہے کہ متشابہ کے بارے میں محکم کو فیصلہ کن بنایا جاتا ہے، اس لیے **(مِن)** تبعیض کے لیے ہوگا۔

اب مطلب یہ ہوا کہ صدقہ کا اخفاء(چھپانا)اور فقیروں مسکینوں کو دینا تمام گناہوں کا کفارہ نہیں بنتا بلکہ بعض کا بنتا ہے، یہ اللہ کی تقدیر اور حکمت کے مناسب ہوتا ہے۔

یہاں یہی معنی زیادہ راجح ہے ،اس میں حکمت ہے،اور وہ یہ کہ بندے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خشیت میں حرص کریں اور زیادہ نیکیاں کریں، زیادہ سے زیادہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں، یہ سوچ کر چھپ کر صدقہ نہ دینے پر بھروسہ نہ کریں کہ اس طرح صدقہ دینا ان کے تمام گناہوں کا کفارہ بن جائے گا،اور اسی سہارے پر وہ اللہ تعالیٰ کی حدود پامال کرنے اور گناہوں پر دلیر ہو جائیں، تو جب ان کو یہ معلوم ہو گا کہ صدقے بعض گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں جیسا کہ اللہ کی تقدیر اور علم میں ہے، تو وہ زیادہ نیکیاں کرنے میں حرص کریں گے اور گناہ کم کریں گے ، نتیجہ یہ ہو گا کہ ایسے لوگ اللہ کے ہاں دونوں جہانوں میں سرخرو اور کامیاب ہوں گے۔

(وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) یعنی وہ تمہارے اعلانیہ صدقات سے بھی آگاہ ہے اور چھپ کر دینے سے بھی باخبر ہے، تمہارے اخلاص کا بھی اسے پتہ ہے،اللہ کی طرف تمہاری توجہ کا بھی اسے پورا پورا علم ہے،اس سے کوئی بھی شے مخفی نہیں۔

فہرست

نصیبہ بنت کعب الانصاری (ام عمارہ)—جہادی خاتون

جب بہادری کا ذکر کیا جاتا ہے تو ذہن عام طور پر مردوں کے بارے میں خیال آتا ہے۔ میرے بھائیو، آج ہماری کہانی کی ہیروئن نے مردوں کے شانہ بشانہ ایسا کوئی بہادرانہ موقف نہیں چھوڑا جہاں ان کا نام درج نہ ہو۔ بلکہ، انہوں نے ایک ایسے دلیرانہ موقف میں حصہ لیا جہاں سے مرد بھی بھاگتے ہیں۔ نصیبہ بنت کعب الانصاریہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیعت عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے میں شریک تھیں۔ اور انہوں نے بیعت رضوان میں بھی حصہ لیا۔ انہوں نے احد، حدیبیہ اور یمامہ میں حصہ لیا اور جہاد کیا، اپنا ہاتھ کھویا اور بہت سے عظیم کارنامے سر انجام دیے۔ اس عظیم خاتون کا آج کا بہادرانہ موقف احد کے مقام پر تھا- احد کی جنگ کے دوران جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے گھیرے میں لے لیا تو آپ کے ارد گرد کے زیادہ تر لوگ بھاگ گئے اور تیر اور ضربیں آپ ﷺ کی طرف آرہی تھیں۔ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے پھر بھی بھاگ رہے تھے۔ نصیبہ جنگ میں آئی تھیں لیکن ان کا کام لڑنے کا نہیں تھا۔ ان کا کام صرف فوجیوں کو پانی پلانا تھا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ یہ خطرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد منڈلا رہا ہے تو انہوں نے ایک شاندار بہادری کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا، اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے مقام پر دیکھا اور آپ ﷺ کو گھیر لیا گیا تھا، آپ کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے تھے جن کی تعداد شاید 10 سے بھی کم تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے دونوں بیٹوں اور شوہر کو ساتھ لیا۔ اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لیے آگے بڑھے۔ وہ اپنے شوہر اور اپنے دو بیٹوں عبد اللہ اور حبیب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لیے گئیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بغیر ہتھیار اور ڈھال کے کھڑی تھیں لیکن اپنے جسم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو بھاگتے ہوئے دیکھا جس کے پاس ایک ڈھال تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کسی ایسے شخص کے لیے چھوڑ دو جو لڑے گا'' تو نصیبہ نے اسے اٹھا لیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لیے استعمال کیا۔ ابن قمیہ ان کی طرف لپکا جب اس نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے کی کوشش کی تو انہوں نے اپنے آپ کو بغیر کسی ہتھیار کے آپ ﷺ کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنا دیا گویا وہ تیار تھیں چاہے نتیجہ کچھ بھی ہو۔ دشمن نے دائیں طرف جانے کی کوشش کی تو آپ نے اسے بلاک کردیا۔ اور جب اس نے بائیں جانے کی کوشش کی تو آپ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے روک دیا۔ تو اس نے آپ کے کندھے پر ضرب لگائی جس سے خون بہہ نکلا۔ پھر وہ آپ کے پاس سے گزر گیا اور مصعب بن عمیر سے بعد میں اس کا آمنا سامنا ہوا۔ یہاں میرے بھائیو، نصیبہ اور ان کے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک نظروں میں تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''جو تم اٹھا رہی ہو اسے کون اٹھا سکتا ہے، اے ام عمارہ؟'' پھر اس کے زخم، اس کے بیٹوں اور شوہر کو دیکھا، پھر فرمایا: ''اے اللہ انہیں جنت میں میرا ساتھی بنا دے''۔ یہ میرے بھائیو، اس عظیم خاتون کو ملنے والا سب سے بڑا اعزاز تھا۔ تو، انہوں نے کہا: ''خدا کی قسم! دنیا میں کوئی بھی تکلیف میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی''۔

اس عظیم خاتون کے اس عظیم بہادرانہ موقف سے، میرے بھائیو، ہمیں عورت کی دعوت، جہاد اور سیاسی کردار کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔ ہم اسلام اور اس کے لوگوں کی مدد کرنے والی عورت کے کردار کے بارے میں سیکھتے ہیں جو سخت ترین حالات اور مشن میں مرد کے شانہ بشانہ حصہ لیتی ہیں۔ میرے بھائیو، عورت بھی مرد کی طرح دعوت کو اٹھاتی ہے۔ عورت دعوت دیتی ہے، دوسروں کی پرورش کرتی ہے، گرفتار ہوتی ہے، بیعت کرتی ہے اور قربانیاں دیتی ہے۔ آیئے یہ نہ بھولیں کہ اسلام میں پہلی شہید ایک عورت تھی۔ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلی مسلمان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

ہم بچوں اور پورے خاندان کی اس طرح پرورش کے بارے میں اس بہادرانہ موقف سے سیکھتے ہیں جو اسلام کی حمایت کرتا ہے۔ ان کے بیٹے حبیب کو مسیلمہ الکذاب نے تشدد کا نشانہ بنایا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جو ان سے اعتراف جرم حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن نہیں پا سکا۔ اور ان کے بیٹے عبداللہ نے اپنے بھائی کا بدلہ لیا اور مسیلمہ الکذاب کو جہنم واصل کیا۔

میرے بھائیو، ہم اس نیک ایمان والے گھرانے سے سیکھنے کی کوشش کرنا چاہیے اور دین کی حمایت نہ کرنے کے لیے کمزوری کو بہانہ نہیں بنانا چاہیے۔ یہ نہیں کہنا چاہیے کہ "لیکن میں عورت ہوں"، یا "میں تھک گیا ہوں"، یا "میں غریب ہوں" وغیرہ۔ اپنی استطاعت کے مطابق حصہ ڈالیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ میں بڑا جوش و ولولہ پیدا کرے گا۔

اے مسلمانوں کی خواتین! آج اس عالمی مہم کے سامنے، جو عورت کو تباہ کرنے، خاندان کو تباہ کرنے، پرورش پانے والے بچوں کو تباہ کرنے، نوجوانوں کو تباہ کرنے اور خاندان جیسی ڈھال کو تباہ کرنے کے درپے ہے، جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسلام کے قلعے کی ایک اینٹ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنے بچوں کی پرورش دین کی حمایت پر کریں اور ان زہریلی لہروں کو ہٹانے کے لیے جدوجہد کریں۔ آپ کے بچے تب ٹھیک ہونگے جب آپ انہیں اپنی آغوش میں رکھنے کے بجائے، انہیں اسلام کی دعوت کی آغوش میں رکھیں گی جس کی حمایت میں ام عمارہ نے ہمیں سب سے شاندار موقف اپنا کر دکھایا۔ اپنے بچوں کو اسلام کے دفاع کے لیے بڑا کریں تاکہ ام عمارہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا اطلاق ہم سب پر ہو: "اے اللہ! انہیں جنت میں میرا ساتھی بنا"۔

فہرست

ایرانی صدر نے جنگ میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہتھیار ڈالنے کا اعلان کر دیا ہے

بلال المہاجر ولایہ پاکستان

تقریباً ایک سال سے، یہودی وجود کے جرائم اور اس کے غزہ اور پوری مقدس سرزمینِ فلسطین میں قتلِ عام کے دوران، ایران، اس کی حزب، "القدس" فورس، اور ایرانی "انقلابی" گارڈز شور مچاتے رہے ہیں اور تیاری نہیں کر رہے، صرف دیکھ رہے ہیں اور حرکت میں نہیں آرہے ہیں۔ حالانکہ وہ ہماری مقدس سرزمینِ فلسطین کے لوگوں کی مدد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہودی وجود کے مضبوط قلعے تل ابیب پر حقیقی میزائل حملوں کا سامنا کرنا کافی ہوتا جو اسے تباہ کر دیتے، بجائے اس کے کہ آتش بازی اور بچوں کے ڈرونز استعمال کیے جائیں جو نہ تو دشمن کو پسپا کرتے ہیں اور نہ ہی بزدل کی عقل کو ٹھکانے لگاتے ہیں۔ جب کہ انہوں نے اپنے مخلص بھائیوں کو قتل کرنے میں ہچکچاہٹ نہیں کی جو شام میں امریکہ کے نصیری ایجنٹ کے خلاف بغاوت کر رہے تھے۔ پھر بھی، وہ مخلوق میں سے سب سے زیادہ بزدل یعنی 'یہودیوں' کے سامنے بزدل ثابت ہوئے ہیں۔

یہ بالکل واضح تھا کہ ان کا سیاہ بیل بھی یہودیوں کے ہاتھوں اسی طرح شکار ہوگا جیسے سفید بیل پہلے ہی کھایا جا چکا تھا، اور ایران کے حکمران محض تماشائی بنے رہے۔ پھر بھی انہوں نے اپنے تحفظ کے لیے مناسب اقدامات کیے بغیر اپنے نمبر کا انتظار جاری رکھا، جو ان کی سیاسی بانجھ پن اور نااہلی کی واضح علامت تھی۔ یہ ان کی غداری اور اپنے اثاثوں کے خلاف سازش کی بھی تصدیق تھی، وہ کرائے کے فوجی جو صرف اپنی تنخواہ کے لالچ میں ان کے ساتھ شامل ہوئے تھے جو ڈالرز میں ان کے بینک اکاؤنٹس میں جمع ہوتی تھی۔ جب واشنگٹن میں بیٹھے حکمران کی طرف سے حکم آیا کہ حزبِ ایران اور ہر اس شخص کو جو بظاہر بھی امریکہ اور اس کے یہودی پروردہ کے خلاف ہتھیار اٹھاتا ہے، کو ختم کیا جائے، تو ہم نے ایرانی قیادت اور اس کے حزب کی قیادت کو اس حکم کی مکمل تعمیل کرتے ہوئے دیکھا۔ لہٰذا انہوں نے ان ہزاروں حزبِ ایران کے اثاثوں کو نشانہ بنانے والے پہلے دردناک حملے، جو پیجر ڈیوائسز کے دھماکے کے ذریعے ہوئے، پر

خاموشی اختیار کی۔ وہ انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ یہودی وجود، امریکہ کی براہ راست رہنمائی اور حمایت سے، حزبِ ایران کی فوجی طاقت کو تباہ کردے، خاص طور پر اس کی مضبوط میزائل قوت کو، اور باقی رہ جانے والے فوجی قائدین کو نشانہ بنا کر ختم کردے۔

ایران کی جانب سے لڑنے کے بجائے یہودی وجود کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان ہمیں جدید تاریخ میں ہونے والی غداریوں کے سلسلے کی یاد دلاتا ہے۔ یہ سلسلہ عبدالناصر کی غداری سے شروع ہوتا ہے، جب اس نے فلسطین کو یہودیوں کے حوالے کیا۔اس کے بعد اسد کی غداری، جس نے گولان کی پہاڑیوں کو دشمن کے حوالے کیا۔ پھر فلسطینی لبریشن آرگنائزیشن کی قیادت میں عظیم غدار یاسر عرفات اور اس کے ساتھی کنگ حسین کی سازش، جنہوں نے جرش کے جنگلات میں مزاحمت کرنے والے مردوں کا خاتمہ کیا۔اس کے بعد لبنان، شام، اور تیونس میں مزاحمت کو ختم کرنے کی سازشیں ہوئیں، اور پھر یہودی وجود کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کا عمل شروع ہوا، جو اوسلو اور وادی عربہ کے معاہدوں پر ختم ہوا۔ آج جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ان غداریوں کے ایک نئے باب کی عکاسی کرتا ہے، جن کا مقصد خطے میں ہر طرح کی مزاحمت کو ختم کرنا اور ایرانی و غیر ایرانی بڑھکوں کو خاموش کرنا ہے، تاکہ یہودی وجود کے لیے خطے میں، دریائے نیل سے دریائے فرات تک، ہر چیز پر غلبہ پانے کا راستہ ہموار کیا جا سکے۔ یہ صرف فلسطین تک محدود نہیں، بلکہ یہودیوں کے وہم زدہ خواب کے مطابق پوری سرزمین پر قبضے کی منصوبہ بندی کا حصہ ہے۔

اگر امت کی افواج میں موجود مخلص افراد فوری طور پر متحرک نہیں ہوتے، تو آگے جو کچھ ہونے والا ہے وہ پہلے سے بھی زیادہ تباہ کن اور خوفناک ہوگا، چاہے ماضی کے واقعات کتنے ہی سنگین کیوں نہ رہے ہوں۔ وہ ہے یہودیوں کا تسلط اور ان کا ظلم اس بہترین امت پر، جو انسانیت کی رہنمائی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ کیا امت کی افواج مخلص لوگوں سے خالی ہو گئی ہیں جو ان رویبضہ حکمرانوں کے سروں پر بساط الٹا دیں جو امت کی گردنوں پر اور ان کی گردنوں پر مسلط ہیں، اور حزب التحریر کو اپنی نصرت دیں گے تاکہ خلافت راشدہ (نبوت کے نقش قدم پر) قائم ہو جو یہودیوں سے لڑے گی اور انہیں قتل کرے گی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: **تقاتلكم اليهود**

فتسلطون عليهم، ثم يقول الحجر يا مسلم هذا يهودي ورائي، فاقتله"یہودی تم سے لڑیں گے اور تم ان پر غالب آجاؤ گے، پھر پتھر کہے گا،'اے مسلمان، میرے پیچھے یہودی ہے،اسے قتل کردو۔'"

فہرست

انتظامی امور اور حکومتی امور میں فرق

عبادالرحمٰن، پاکستان

آج جب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو اپنے ارد گرد لوگوں کو اور خود اپنے آپ کو ریاست کے انتظامی معاملات کی وجہ سے کافی پریشان پاتے ہیں۔ ٹوٹی سڑکیں، کچرا اور گندگی، ناقص سیورج کا نظام زندگیوں کو دوبھر کیے ہوئے ہے۔ صاف پانی کی عدم دستیابی، بارشوں میں نکاسی آب کا نہ ہونا، بجلی کی لوڈشیڈنگ اور ٹرانسپورٹ کی سہولیات کا فقدان تکلیف دہ صورتِ حال پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کام کے لیے کسی سرکاری ادارے جانا پڑ جائے تو ایک معمولی نوعیت کا کام کئی دنوں بلکہ لمبے عرصے تک پورا نہیں ہوتا۔

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو لوگوں کی زندگیاں اصل میں جس چیز سے متاثر ہو رہی ہے وہ نظامِ حیات ہے جو سیکولر جمہوری سیاست پر مبنی ہے، وہ معاشی پالیسیاں ہیں جو حکومت IMF اور ورلڈ بنک کی ہدایت پر نافذ کر رہی ہے، وہ معاشرتی نظام ہے جو مغربی لبرل تصورات کو فروغ دے رہا ہے، وہ عدالتی نظام ہے جس کا ماخذ قرآن و سنت کے بجائے انسانی عقل ہے، وہ تعلیمی پالیسی ہے جس کا مقصد سیکولر اور لبرل مادہ پرست اقدار کو فروغ دینا ہے، وہ خارجہ پالیسی ہے جس کا مقصد استعماری ریاستوں کے مفادات کا تحفظ ہے۔

جبکہ اس کے مقابلے میں انتظامی امور میں بد انتظامی ثانوی درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ اصل میں یہ نظامِ حیات ہی ہے جو ہماری زندگیوں میں مشکلات پیدا کر رہا ہوتا ہے لیکن لوگ اس کے اثرات کو اتنا واضح طور پر دیکھ نہیں پاتے جتنا کہ انتظامی بد نظمی کو محسوس کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ریاست کی جانب سے نافذ کیا جانے والا نظام صرف انتظامی امور کی دیکھ بھال سے متعلق ہی ہوتا ہے۔ یہ نظامِ حیات اقتصادی امور، معاشرت، حکمرانی، عدلیہ، تعلیم اور خارجہ سیاست سے متعلق ہوتا ہے۔

اس غلط تصور کی وجہ سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ریاست کسی قسم کا بھی نظام نافذ کر لے اگر وہ اس کی سختی سے پابندی کروالے اور اس کے نفاذ کو حسن وخوبی سے انجام دے دے تو ہم نشاۃ ثانیہ کو حاصل کر لیں گے، یہی وجہ ہے کہ ہمیں اکثر اس قسم کے جملے سننے کو ملتے ہیں کہ

"اگر امن وامان کا مسئلہ کسی طرح حل ہو جائے تو پھر سب ٹھیک ہو جائے گا یعنی معاشرے کے باقی مسائل بھی حل ہو جائیں گے"۔

"اگر تعلیم کی سہولیات بہتر کر دی جائے اور بہتر سکول کھول دیئے جائیں تو لوگوں میں تعلیم عام ہو جائے گی اور معاشرہ ترقی کر جائے گا"۔

"اگر اچھی شاہراہیں اور پل بنا دیے جائیں تو ٹریفک بہتر ہو جائے گی جس سے اقتصادی پہیہ چل پڑے گا اور معاشی خوشحالی آجائے گی"۔

اس کی وجہ انتظامی امور اور نظامِ حیات میں فرق کو نہ سمجھنا ہے اور اس امر کا ادراک نہ کرنا ہے کہ ریاست کی طرف سے صحیح نظامِ ہائے حیات کا آئین اور قانون کی شکل میں نافذ ہونا کتنا ضروری ہے۔ جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے دیے ہوئے نظامِ حیات کو ریاست کی شکل میں نافذ کرنا فرض ہے اور اس فرض کو پورا کرنے میں جلدی کرنا ناگزیر ہے۔

جو فرق انتظامی قوانین اور شرعی قوانین میں ہے، جو کہ انتظامی امور اور نظامِ حیات کی بنیاد ہوتے ہیں، اور ان دونوں کی وجہ سے لوگوں کی زندگیوں پر کیا فرق پڑتا ہے، ہمیں ان بنیادی اصطلاحات اور تصورات کو سمجھنا اور واضح کرنا ضروری ہے:

- نظام
- نظام کو نافذ کرنے میں ریاست کا کردار

- قوانین کی بنیادیں
- انتظامی امور
- انتظامی قوانین اور شرعی قوانین

نظام (یعنی نظام ہائے حیات یا نظامِ حیات)

نظام سے مراد وہ قوانین اور ضابطے ہیں جو لوگوں کے تعلقات کی تنظیم کرتے ہیں اور ان مسائل کو حل کرتے ہیں جو لوگوں کے آپس کے تعلقات کی وجہ سے جنم لیتے ہیں یا لے سکتے ہیں پس وہ قوانین جو اقتصادی تعلق کی تنظیم کرتے ہیں اور اس تعلق کے نتیجے میں جنم لینے والے مسائل کو حل کرتے ہیں تو ان سے متعلق قوانین کا مجموعہ اقتصادی نظام کہلائے گا جیسا کہ وہ قوانین جو اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ کس چیز کا لین دین ہو سکتا ہے اور کونسی چیزیں ملکیت نہیں کہلا سکتیں، لین دین کے لیے کس چیز کو ریاستی کرنسی کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے وغیرہ۔ اگر مسائل مرد اور عورت کے تعلقات کی وجہ سے جنم لیں ہو تو ان کو حل کرنے والے قوانین کا مجموعہ معاشرتی نظام کہلائے گا، اس میں پردے سے متعلق احکامات، نکاح، طلاق اور بچوں کی کفالت سے متعلق قوانین وغیرہ شامل ہیں۔ اگر مسائل لوگوں اور حکمران کے تعلق سے متعلق ہوں تو ان قوانین کو نظامِ حکمرانی کہا جائے گا، اس نظام سے متعلق قوانین کی مثال وہ قوانین ہیں جو یہ طے کرتے ہیں کہ حکمران کو مقرر کرنے کا اختیار کس کو حاصل ہے، کون حکمران کو اس کے منصب سے معزول کر سکتا ہے، حکمران کو کیا اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

نظام کو نافذ کرنے میں ریاست کا کردار

معاشرے میں نظام حیات کو نافذ کرنا ریاست یا اتھارٹی کی ذمہ داری ہوتی ہے جو اس کو قانون اور آئین کی شکل میں نافذ کرتی ہے یعنی ریاست اس نظام کے ذریعے ہی سے لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کرتی ہے اور ان کے مسائل حل کرتی ہے۔ کسی گروہ یا جماعت کے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بطور گروہ یا جماعت لوگوں پر نظام سے متعلق قوانین نافذ کریں اور انہیں ان قوانین کا پابند بنائیں اور ان قوانین کی خلاف ورزی پر انہیں سزا دیں۔

قوانین کی بنیادیں

کسی بھی نظام اور اس کے قوانین کے لیے ضروری ہے کہ اس کی بنیاد کسی آئیڈیالوجی یعنی مبداء کے اوپر ہو ورنہ نظام مسائل کے حل دینے سے قاصر ہو گا، یہی وجہ ہے کہ سرمایہ دار اپنے نظام کو سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی کی بنیاد پر بناتے ہیں جبکہ اشتراکی (سوشلسٹ) اپنے نظام کو اشتراکی آئیڈیالوجی کی بنیاد پر بناتے ہیں لیکن چونکہ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی دونوں آئیڈیالوجی انسان کی بنائی ہوئی آئیڈیالوجی ہیں یعنی ان کی بنیاد انسان کی عقل ہے اس لئے وہ صحیح حل نہیں دیتی کیونکہ انسان کی عقل محدود ہے اور محدود عقل جب بھی آئیڈیالوجی اور نظام بنائے گی تو اس میں تفاوت، تضاد اور اختلاف ہو گا اور اس معاشرے کا اثر بھی شامل ہو گا جس معاشرے میں نظام بنانے والا انسان رہ رہا ہو گا نتیجتاً ایک ایسا نظام بنے گا جو متناقض ہو گا اور جو انسان کی بدبختی کا باعث ہو گا۔

اسلام کی آئیڈیالوجی اللہ سبحانہ وتعالٰی کی وحی کی بنیاد پر ہے جو کہ قرآن اور سنت کی شکل میں ہے۔ اسلام کا نظام اللہ سبحانہ وتعالٰی کا دیا ہوا ہے جو کہ قرآن اور سنت سے اخذ کردہ احکامات کی شکل میں ہے اور جس کو شریعت کہتے ہیں ،اس لیے ہم اللہ سبحانہ وتعالٰی کو شارع یعنی قانون ساز کہتے ہیں۔

انتظامی امور

انتظامی امور اس قسم کے معاملات سے متعلق ہیں جو کسی بھی کام کو سرانجام دینے کے لیے اسلوب یا ذریعہ ہوں یعنی افعال کی انجام دہی کے لیے وسائل یا اسباب ہیں۔ مثال کے طور پر اگر لوگوں کو تعلیم دینی ہے تو اس کو سرانجام دینے کے لیے سکول کی بلڈنگ بنوانا، فرنیچر کا بندوبست کرنا، اسٹیشنری کا ہونا اسالیب اور ذرائع کی قبیل سے ہیں یعنی انتظامی امور میں سے ہوں گے جبکہ تعلیم میں کون سے تصورات سے روشناس کرانا ہے یہ اصل عمل ہے، اور یہ انتظامی امور میں سے نہیں ہے۔

اسی طرح اگر لوگوں کے آپس کے تنازعات کو حل کرنا اصل عمل ہے تو اس کے لئے عدالت کی جگہ کا تعین ہونا، جج کی موجودگی کے اوقات کا تعین ہونا اور دوسری ایسی ضروریات کا پورا ہونا جن سے لوگوں کو اس کام میں آسانی ہو انتظامی امور ہیں۔

یعنی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انتظامی امور وہ فروعات ہیں جن کے اصل عمل کے لئے عمومی دلیل موجود ہے لیکن فروع کے لیے مخصوص دلیل نہیں ہے۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے ہمیں عمل کو تین اقسام میں بانٹتے ہیں:

- عمل کی اصل جس کے لئے عمومی دلیل موجود ہو۔
- عمل کی وہ فروعات (شاخیں) جن کی مخصوص دلیل ہو۔ یہ انتظامی امور میں نہیں آتے ہیں۔
- عمل کی وہ فروعات (شاخیں) جن کی مخصوص دلیل نہ ہو لیکن کیونکہ عمل کی اصل کی عمومی دلیل موجود ہے اس لیے ان فروعات میں کوئی بھی اسالیب یا ذرائع استعمال کیے جا سکتے ہیں جب تک کہ ان اسالیب یا ذرائع کو استعمال کرنے کی نہی موجود نہ ہو۔ یہ انتظامی امور میں آتے ہیں۔

یعنی ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جائز عمل کی اصل فرض، مندوب یا مباح ہو سکتی ہے، جب کہ ان اعمال کے انتظامی امور کو کرنا یا نہ کرنا عمل کی اصل پر منحصر کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں انتظامی امور سرانجام دینا فرض ہو گا اگر اصل فرض ہے۔ جیسا کہ شرعی قائدہ ہے کہ ما لا یتم الواجب الا به فهو واجب "جس چیز کے بغیر کوئی فرض ادا نہیں ہوتا وہ بھی فرض ہے"۔ لیکن انتظامی امور کو سرانجام دینے کے لیے جائز اسالیب یا ذرائع میں سے کسی بھی ایسے اسلوب اور ذریعے کو چن لینا جس سے یہ انتظامی امر پورا ہو جائے مباح معاملہ ہے، ہماری مندرجہ بالا دونوں مثالوں میں لوگوں کو تعلیم دینا اور لوگوں کے تنازعات کو حل کرنا ریاست کے اوپر فرض ہے ان کو پورا کرنے کے لیے

ان اسالیب اور ذرائع کا استعمال کرنا جن سے یہ اصل پوری ہو جائے بھی فرض ہے، لیکن ان تمام اسالیب اور ذرائع جن سے اصل پوری ہو جائے ان میں سے کسی بھی اسلوب اور ذریعے کو چننا مباح عمل ہے۔

اس بات کو مزید سمجھنے کے لئے اس مثال کو لیتے ہیں جو شیخ تقی الدین النبھانیؒ کی کتاب "نظام الحکم فی الاسلام" میں موجود ہے۔ ﴿وآتو زکوۃ﴾ "اور زکوۃ ادا کرو" (التوبہ: 11)۔ یہ زکوۃ کے لیے عام دلیل ہے۔ اس کے ساتھ اس عمل کے لیے ایسی فروعات ہیں جن کے مخصوص دلائل موجود ہیں۔ مثلاً زکوۃ کی مقدار، زکوۃ جمع کرنے والے عاملین، جن چیزوں پر زکوۃ وصول کی جاتی ہے وغیرہ۔ کیوں کہ ان فروعات کے مخصوص دلائل موجود ہیں اس لیے یہ انتظامی امور میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ سب وہ اعمال ہیں جو "زکوٰۃ ادا کرو" کے ذیل میں آتے ہیں۔ لیکن ان اعمال کو انجام دینے کی کیفیت کو بیان نہیں کیا گیا، مثال کے طور پر زکوۃ کو جمع کرنے کے لیے سواری استعمال کی جائے یا پیدل جایا جائے، جمع کرنے والوں کے مل کر بیٹھنے کے لئے دفتر ہو یا نہ ہو، حساب رکھنے کے لیے رجسٹر استعمال کیے جائیں یا نہیں، زکوۃ تھیلوں میں جمع کی جائے یا صندوق استعمال کیے جائیں، مال کو مخزن میں رکھا جائے گا یا نہیں وغیرہ۔ یہ کیفیات اور اس طرح کے دیگر کام "اور زکوۃ ادا کرو" کی ہی فروعات (شاخیں) ہیں اور ان تمام کاموں کی دلیل اسی عام دلیل کے ذیل میں آتی ہے کیونکہ ان کی مخصوص دلیل وارد نہیں ہوئی ہے اس لیے یہ اسالیب اور ذرائع میں سے ہیں اور انتظامی امور میں سے ہیں۔

انتظامی قوانین اور شرعی قوانین

اسلامی ریاست میں امور کی دیکھ بھال کے لیے خلیفہ جن اسالیب کی تبنی کر کے لوگوں پر لاگو کرے گا وہ انتظامی قانون بن جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلیفہ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ ریاست کو چلانے کے لیے شرعی احکامات میں سے تبنی کر سکتا ہے اور اسلوب میں سے بھی تبنی کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ انتظامی امور میں ان اسالیب کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے جو کہ کسی دوسرے نظام میں استعمال ہوتے ہوں، ماسوائے ان کے جن کو اختیار نہ کرنے کی مخصوص دلیل موجود ہو۔ جیسا کہ شرعی قاعدہ ہے کہ امر الامام یرفع الخلاف "امام کا حکم اختلاف کو

ختم کرتا ہے"۔ مثال کے طور پر جس طرح عمرؓ نے تین طلاق والے معاملے میں تبنی کی اسی طرح انہوں نے اموال اور عطیات تقسیم کرنے کے لئے دیوان (رجسٹر) مرتب کرنے کا اسلوب اختیار کیا جو کہ اہلِ روم استعمال کیا کرتے تھے۔

اس لیے جن شرعی احکامات کو خلیفہ تبنی کر کے نافذ کرتا ہے وہ لوگوں کے لیے شرعی قانون بن جاتا ہے اور جن اسالیب کو تبنی کر کے نافذ کرتا ہے وہ انتظامی قانون بن جاتا ہے۔ اس طرح دونوں طرح کے قوانین کی پاسداری کرنا امت پر فرض ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے۔ **يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولوالامر حکمرانوں کی بھی" (النساء:59)**۔ اس لیے مثال کے طور پر اگر خلیفہ چاہے تو لوگوں کی شناخت کے لیے کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ کے اسلوب کو اپنا سکتا ہے، یا پھر ٹریفک کے لیے 'رائٹ ہینڈ ڈرائیو' یا 'لیفٹ ہینڈ ڈرائیو' کا تعین کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں امت پر فرض ہو گا کہ وہ خلیفہ کے ان تبنی کئے ہوئے اسالیب کو ہی اختیار کریں اور اگر خلیفہ چاہے تو ان پر عمل نہ کرنے والوں کے لیے سزا بھی تجویز کر سکتا ہے۔ البتہ جن انتظامی امور میں خلیفہ کی تبنی نہ ہو، اس میں امت کو اجازت ہے کہ وہ کسی بھی جائز اسلوب کو اپنا لے، بالکل اسی طرح کہ جیسے شرعی احکامات میں اگر خلیفہ نے کسی مخصوص حکم کی تبنی نہ کی ہو تو امت اپنے (اگر خود اجتہاد کی قابلیت ہو) یا کسی اور مجتہد کے تبنی کیے ہوئے حکم پر عمل کر سکتی ہے۔

انتظامی امور اور حکم شرعی میں فرق کرنا

اگرچہ عمل کی اصل اور اس کے انتظامی امور میں فرق کرنا آسان دکھائی دیتا ہے کیوں کہ انتظامی امور اسالیب اور ذرائع میں سے ہیں، لیکن جو چیز دونوں میں حتمی طور پر فرق پیدا کرتی ہے وہ شرعی نص ہی ہے۔ اگر کسی عمل کی اصل کا حکم عمومی طور پر آیا ہے اور اس کی فروعات کے لیے کوئی مخصوص حکم نہیں آیا ہے تو وہ فروعات انتظامی امور میں ہوں

گی۔ لیکن اگر عمل کی اصل کے حکم کے ساتھ فروعات کے لیے بھی مخصوص احکامات آئے ہیں تو وہ فروعات بھی حکم شرعی ہونگی اور ان کو اسی طرح کرنا ضروری ہو گا جیسا کہ حکم آیا ہے۔ دونوں میں فرق صرف اسی طرح کیا جا سکتا ہے۔

عوامی امور کی انجام دہی کے لیے انتظامی محکمہ جات کا قیام

اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ امت کی بہبود کے لیے ان کے امور کی دیکھ بھال کرے اور اس کے لیے محکمہ جات کا قیام کرے۔ رسول اللہ ﷺ بذاتِ خود ان امور کا اہتمام فرماتے تھے اور اداروں کے لئے افسران مقرر فرماتے تھے۔ مدینہ میں آپ ﷺ عوامی ضروریات کا انتظام فرماتے اور انہیں وہ باتیں بتاتے تھے جو ان کے حق میں بہتر ہوتیں۔ تعلیم کے معاملے میں آپ ﷺ نے قریش کے قیدیوں سے دس دس مسلمانوں کو تعلیم دلوائی، حالانکہ قیدیوں کا فدیہ مویشی ہوا کرتے تھے جو مسلمانوں کی ملکیت بنتے۔ صحت عامہ کی سہولیات لوگوں تک پہنچانے کے لیے آپ ﷺ نے اس طبیب کو تمام مسلمانوں کے لئے عام فرما دیا جو انہیں تحفتاً پیش کیا گیا تھا۔ اسی طرح عوام الناس کے لئے روزگار مہیا کرنے کے معاملے میں آپ ﷺ نے ایک شخص کو ہدایت دی کہ مانگنے کے بجائے وہ پہلے رسی خریدے اور ایک کلہاڑی، اور پھر آگ جلانے والی لکڑیاں کاٹ کر ان کو بیچے۔ زراعت کے معاملے میں زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک انصاری کے مابین پانی کے تنازعے پر آپ ﷺ نے فرمایا: **((اسْقِ يا زبيرثم أرسل الماء إلى جارك)) "زبیر، تم پانی دے کر پھر پانی اپنے ہمسائے کے لیے جانے دو"**۔ رسول اللہ ﷺ نے راستوں کی چوڑائی کو منظم کیا اور لوگوں کا راستہ روکنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے مفادات کو منظم کرتے تھے اور ان مفادات کو منظم کرنے کی راہ میں درپیش انتظامی مشکلات کو حل کرتے تھے اور اس کام کے لیے بعض صحابہ سے مدد لیتے تھے۔ یوں اسلامی ریاست میں لوگوں کے مفادات مختلف اداروں کے ذریعے منظم کیے جاتے تھے جس کا سربراہ خلیفہ ہوتا تھا یا پھر خلیفہ اس کے لیے مناسب امیر مقرر کرتا تھا جو اس کا نگران ہوتا تھا۔

آج بھی جب خلافت قائم ہوگی تو اس میں لوگوں کو سہولیات کی فراہمی کے لئے بہت سے انتظامی ادارے اور محکمہ جات ہوں گے، جیسے کہ شہریت، نقل و حمل، کرنسی کی چھپائی کا محکمہ، تعلیم، صحت، زراعت، تجارت، ہائی وے وغیرہ کے محکمے۔ ہر محکمہ کا ڈائریکٹر اپنے ادارے کا نگران ہوگا اور اپنے ذیلی اداروں کا بھی۔

خلافت کی طرف سے انتظامی امور کی تنظیم میں احسان کرنا

شریعت میں عمل کی ادائیگی میں احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ **(إن الله كتب الإحسان في كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القِتْلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح۔۔۔) "بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر کام میں عمدگی اور نفاست کو فرض قرار دیا ہے، سو اگر تم قتل کرو تو عمدگی سے قتل کرو اور اگر ذبح کرو تو اس میں بھی عمدگی ہو۔۔" (مسلم نے شداد بن اوس سے روایت کیا)۔**

اس لیے خلافت میں انتظامی امور کی دیکھ بھال کے لئے تین صفات کا ہونا ضروری ہے:

لوگوں کے انتظامی امور کے نظام میں سادگی، کیونکہ اس سے سہولت اور آسانی ہوگی، جبکہ پیچیدگی سے مشکل پیش آئے گی۔ ابو موسیٰ کی حدیث، جو متفق علیہ ہے، بخاریؒ نے اسے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: سعید بن ابی بردہ نے اپنے باپ سے پھر اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور معاذ بن جبلؓ کو روانہ فرمایا تو ان سے کہا: **((يسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا تُنفّرا))** "آسانی پیدا کرنا مشکل میں مت ڈالنا، خوش خبری سنانا متنفر مت کرنا، معاونت سے کام کرنا"۔

معاملات کی کامیاب اور جلد انجام دہی، اس سے لوگ غیر ضروری تاخیر سے بچیں گے۔ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«إِيَّاكُمْ وَالإِقْرَادَ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الإِقْرَادُ؟ قَالَ: يَكُونُ أَحَدُكُمْ أَمِيراً أَوْ عَامِلاً فَتَأْتِيهِ الأَرْمَلَةُ وَالمِسْكِينُ فَيُقَالُ لَهُ: انْتَظِرْ حَتَّى يُنْظَرَ فِي حَاجَتِكَ، فَيُتْرَكُونَ مُقْرَدِينَ لاَ تُقْضَى لَهُمْ حَاجَةٌ وَلاَ يُؤْمَرُونَ فَيَنْصَرِفُونَ، وَيَأْتِي الرَّجُلُ الغَنِيُّ الشَّرِيفُ فَيُقْعِدُهُ إِلَى جَانِبِهِ ثُمَّ يَقُولُ: مَا حَاجَتُكَ؟ فَيَقُولُ: كَذَا وَكَذَا.**

فَيَقُولُ: اقْضُوا حَاجَتَهُ وَعَجِّلُوا بِهَا» "خبر دار اقراد سے بچو! لوگوں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ اقراد کیا ہے؟ فرمایا: تم میں سے کوئی امیر (والی) یا عامل بن جائے اور اس کے پاس کوئی بیوہ یا مسکین آئے تو اس (بیوہ یا مسکین) کو کہا جائے کہ انتظار کرو یہاں تک کہ تمہاری ضرورت کو دیکھا جائے، یوں ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے اور ان کی ضرورت کو پورا نہ کیا جائے اور نہ اس کے لیے حکم دیا جائے، اور وہ (بغیر ضرورت پورا کیے) چلے جائیں۔ جب کہ ایک مالدار عزت دار آدمی آئے تو اس کو اس (امیر یا عامل) کے پہلو میں بٹھایا جائے، پھر اس سے کہا جائے: کیا چاہیے؟ وہ کہتا ہے یوں یوں، تو کہا جائے کہ اس کی ضرورت کو پوری کرو اور جلدی کرو"۔

ذمہ داران کے اندر قابلیت کا پایا جانا۔ یہ عمل کے احسن طریقے سے انجام دہی کا باعث بنے گا، جو کہ عمل کو ٹھیک ٹھیک سرانجام دینے اور مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لیے درکار ہے۔ مسلم نے ابو موسیٰ ؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّا وَاللَّهِ، لاَ نُوَلِّي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ، وَلاَ أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ» "اللہ کی قسم! ہم ایسے شخص کو اس کام (حکمرانی) کی ذمہ داری نہیں دیں گے جو اس کے لئے سوال کرے اور نہ ہی ایسے شخص کو دیں گے جو اس کے لئے لالچی ہو"۔

خلاصہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ انتظامی امور کی دیکھ بھال اگر صحیح نہ ہو رہی ہو تو زندگی مشکل ہو جاتی ہے اس لیے ان کا صحیح ہونا بہت ضروری ہے، لیکن بغیر اسلامی نظام کے نفاذ کے یا تو انتظامی امور سے متعلقہ مسائل کو حل کیا ہی نہیں جا سکتا، یا اگر کسی طرح حل کر بھی دیا جائے تو اس سے لوگوں کی زندگی بہتر نہیں ہو سکے گی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جن اعمال کی فروعات یہ انتظامی امور ہیں، ان اعمال کی اصل کو صحیح نظام اور قانون کے ذریعے نہیں پورا کیا جا رہا، جو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا دیا ہوا قانون یعنی شرعی قانون ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ مختلف اسلوب یا ذرائع کو استعمال کر کے ایک غلط عمل کے نتیجے کو صحیح کیا جا سکتا ہو؟ مثال کے طور پر، موجودہ نظام میں ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ امن و امان کی صورتحال صحیح ہو جائے جب کہ اس صورت حال کو کنٹرول کرنے والے ذمہ داران خود اس صورت حال کو چلنے دیں اور نظام میں

ان کا احتساب کرنے کا کوئی طریقہ ہی نہ ہو۔ یعنی، یہ مسئلہ احتساب کا ہے نہ کہ انتظامی نوعیت کا،اور یہ اسلام کے حکمرانی سے متعلق احکامات اور اسلامی عدالتی نظام کے نفاذ سے حل ہو گا۔

اسی طرح کتنی ہی بڑی تعداد میں اسکول کھول دیے جائیں، جب تک کہ ایک ایسی تعلیمی پالیسی نہ ہو کہ جو طالب علموں کو زندگی کے بارے میں صحیح تصور دے، جو ان کو اس زندگی کا صحیح مقصد سمجھائے اور زندگی کی صحیح اقدار سکھائے، تو کیسے یہ امید رکھی جاسکتی ہے کہ طالب علموں کی فکری سطح بہتر ہو جائے گی؟ یعنی، یہ مسئلہ اسلام کی تعلیمی پالیسی کے نفاذ سے حل ہو گا۔

اسی طرح اچھی سڑکیں، شاہراہیں اور پل کرپشن کے ہوتے ہوئے اور احتساب کی عدم موجودگی میں کیسے بن سکتے ہیں؟ اور اگر بن بھی جائیں تو ان سے لوگوں کی اقتصادی زندگی بہتر نہیں ہو سکتی کیوں کہ اقتصاد کا شاہراہوں اور پلوں سے تعلق نہیں ہے بلکہ اقتصاد کا تعلق دولت کی معاشرے میں صحیح تقسیم سے ہوتا ہے۔ یعنی، اقتصادی مسئلہ اسلام کے اقتصادی نظام کے قوانین سے حل ہو گا۔

ٹرانسپورٹ کو بہتر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ریاست کی طرف سے فنڈز میسر کیے جائیں۔ حکمرانوں کو ان فنڈز کے میسر کرنے پر کیسے مجبور کیا جاسکتا ہے جبکہ ان کے احتساب کا کوئی مؤثر طریقہ ہی نہ ہو؟ اگر وہ اس میں فنڈز خرچ کر بھی دیتے ہیں تو پھر زندگی کے کسی اور معاملے میں فنڈز کم پڑ جاتے ہیں۔ یعنی ، یہ مسئلہ فنڈز کے صحیح استعمال، یعنی اسلام کے اقتصادی نظام سے حل ہو گا۔

پانی کی عدم دستیابی کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے جبکہ حکمران خود پانی کی مستقل اور وافر فراہمی کی بجائے واٹر ٹینکر کے ذریعے پانی کی دستیابی اور اس کا کاروبار کرنے کی قانونی اجازت دیتے ہوں؟ یعنی، یہ مسئلہ اسلام کے نظامِ حکمرانی، اقتصاد اور عدالتی نظام سے حل ہو گا۔

بجلی کی لوڈشیڈنگ کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے جب کہ موجودہ نظام بجلی پیدا کرنے والے کارخانوں اور ترسیل کی نجکاری کی اجازت دیتا ہو اور جس کے نتیجے میں اس مسئلے کو حل کرنے کے بجائے بجلی کو پیدا کرنے والی پرائیویٹ کمپنی صرف نفع کی شرح کو بہتر کرنے کی خاطر کم مقدار میں بجلی کو پیدا کرے؟ یعنی، یہ مسئلہ نجکاری کا ہے جو کہ اسلام کے اقتصادی نظام سے حل ہو گا۔

اور اسی طرح، گندگی اور سیوریج سسٹم کے مسئلے کو بھی صحیح نظام کے بغیر حل نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی، یہ مسئلہ بھی احتساب کا ہے جو کہ اسلام کے عدالتی نظام سے حل ہو گا۔

خلاصہِ کلام یہ ہے کہ، اگر ہم صرف انتظامی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں گے اور نظام حیات کو نہیں بدلیں گے تو اس سے ہماری زندگی بہتر نہیں ہو سکے گی۔ اس سے صرف ہماری کوششیں ضائع ہوں گی اور کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اس کی وجہ سے ہم اصل فرض اور ذمہ داری سے دور رہیں گے جو کہ ایسے نظام کو نافذ کرنا ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ یعنی اس اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا نظام جو کہ اس کائنات کا خالق ہے اور اس نظام کا شارع ہے۔ اس کے برعکس، اگر ہم اسلام کے شرعی قوانین کو ریاستی سطح پر، خلافت کی شکل میں نافذ کریں گے تو اس سے انتظامی امور کے مسائل بھی حل ہو جائیں گے ان شاءاللہ۔ اور اگر خلافت ہماری زندگی میں قائم نہیں بھی ہوتی تو ہمیں اس فرض کو پورا کرنے کی کوشش کرنے کا آخرت میں اجر ضرور ملے گا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں شرعی قوانین اور انتظامی امور کو صحیح طرح سے سمجھنے اور ان میں فرق کرنے کی بصیرت دے اور ہماری اس دین کو قائم کرنے کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

فہرست

برکس (BRICS) کرنسی: بین الاقوامی مالیاتی آرڈر پر اثرات

فخر زمان، پاکستان

لوگ کئی دہائیوں سے عالمی ریزرو کرنسی کے طور پر امریکی ڈالر کے خاتمے کی پیشین گوئی کر رہے ہیں، لیکن پوٹن کے یوکرین پر حملے کے باعث روس پر پابندیاں عائد کیے جانے کے بعد ڈالر سے لاتعلقی کی بحث میں تیزی آئی۔ان پابندیوں نے ان ممالک کے لیے بھی عجلت میں اضافہ کیا جو ڈالر سے دور ہونے کے لیے امریکہ کے ساتھ تنازعات کی توقع نہیں رکھتے۔ جبکہ کچھ ایسے ممالک کے بارے میں بھی بحث موجود ہے جو Fed پالیسی فیصلوں پر انحصار کو پسند نہیں کرتے۔امریکہ میں اونچی شرح ایک مضبوط ڈالر کا باعث بنی اور اس طرح کسی بھی ملک کے لیے مالی حالات سخت ہو گئے جو ڈالر میں قرض لیتا ہے۔ پوٹن برکس کرنسی یونین کے بارے میں سب سے زیادہ آواز اٹھاتا رہا ہے،اور اس کا محرک کافی واضح ہے۔ یہ زیادہ تر چین کے ساتھ احترام کا مظاہرہ کرنے اور امریکہ اور یورپ کو کمزور کرنے کی خواہش پر مبنی ہے۔ لیکن اسی طرح کے مباحثے برازیل اور ارجنٹائن جیسے ممالک سے بھی سننے کو ملتے ہیں۔ سابق فیڈرل ریزرو اور امریکی وزارتِ خزانہ کے اہلکار Zoltan Pozsar کے مطابق ہم ایک کثیر قطبی (multipolar) دنیا اور ڈی گلوبلائزیشن کی طرف اولین تبدیلیوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

2006 میں تشکیل دی گئی، برکس (BRICS) کئی ممالک کی حکومتوں کی ایک باضابطہ تنظیم ہے۔ شروع میں، اسے "BRIC" کے نام سے جانا جاتا تھا، جو اس وقت شامل ممالک برازیل، روس، بھارت اور چین کے لیے مخفف تھا۔ جنوبی افریقہ نے بعد میں 2010 میں شمولیت اختیار کی۔ "BRIC" کی اصطلاح Jim O'Neill نے 2001 میں ایک تحقیقی مضمون میں وضع کی تھی۔اس تحقیقی مضمون میں، چیف اکانومسٹ نے BRIC ممالک کی اقتصادی ترقی کی صلاحیت پر روشنی ڈالی۔ جب یہ BRIC بنی تھی تو یہ رسمی شراکت داری نہیں تھی بلکہ حکومتوں

کے درمیان محض تعاون کا ایک پلیٹ فارم تھا۔ فی الحال، برکس (BRICS) کو مغربی تسلط کا مقابلہ کرنے کے لیے جغرافیائی سیاست پر توجہ مرکوز کرنے والے ایک بلاک کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

اس گروہ یعنی BRICS کے اندر، روس، جنوبی افریقہ اور برازیل کے تینوں ممالک، چین اور بھارت کے سامنے کافی غیر اہم ہیں، اور گہرائی تک پہنچنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تو صرف چین ہی ہے جو اصل میں اہمیت رکھتا ہے۔ چین BRICS کی جی ڈی پی کا 72%، BRICS کی ترقی کا 80% اور اس کے بیرونی سرپلس کا زیادہ تر حصہ بناتا ہے۔ مارچ 2024 تک، نصف سے زیادہ (52.9%) چینی ادائیگیاں چینی کرنسی RMB میں جبکہ 42.8% امریکی ڈالر میں طے کی گئیں۔ مزید برآں، پیپلز بینک آف چائنا کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق، 2024 کی پہلی سہ ماہی میں چین کے سونے کے ذخائر بڑھ کر 2264.87 ٹن ہو گئے، جو کہ 2023 کی چوتھی سہ ماہی میں 2235.39 ٹن تھے۔ یہ پچھلے پانچ سالوں سے دوگنا حصہ ہے۔

Goldman Sachs کے مطابق، غیر ملکیوں کی RMB میں متعین اثاثوں کی تجارت کے لیے بڑھتی ہوئی رضامندی چین کی کرنسی کے حق میں ڈالر کو کم کرنے میں اپنا حصہ ڈال رہی ہے۔ پچھلے سال کے شروع میں، برازیل اور ارجنٹائن نے اعلان کیا کہ وہ RMB میں تجارتی معاملات کی اجازت دینا شروع کر دیں گے۔ ڈالر میں کمی کے عالمی رجحان کے آغاز کے ساتھ، متعدد ممالک نے اپنے سونے کے ذخائر کو بڑھا کر اور بین الاقوامی لین دین کے لیے مقامی کرنسیوں کو اپنا کر اپنے ذخائر کو متنوع بنانے میں تیزی دکھائی ہے۔

مارچ میں انڈونیشیا میں آسیان (ASEAN) کے وزرائے خزانہ اور مرکزی بینکوں کے اجلاس میں، پالیسی سازوں نے امریکی ڈالر، جاپانی ین، اور یورو پر انحصار کم کرنے اور اس کی بجائے مقامی کرنسیوں میں معاملات طے کرنے پر تبادلہ خیال کیا۔ اپریل کے شروع میں، بھارتی میڈیا نے بڑے پیمانے پر رپورٹ کیا کہ وزارت خارجہ (MEA) نے اعلان کیا ہے کہ بھارت اور ملائیشیا، بھارتی روپے میں اپنی تجارت طے کرنا شروع کر رہے ہیں۔ بھارت پہلے ہی روس کے ساتھ اپنی توانائی کی زیادہ تر تجارت روپے یا روبل میں کرتا ہے۔

جیسے جیسے ڈالر سے لاتعلقی میں تیزی آرہی ہے، برکس (BRICS) ممالک اپنی متعلقہ کرنسیوں کے ذریعے ایک نئی ریزرو کرنسی قائم کرنے کی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ برکس (BRICS) کے ارکان نے اپنی کرنسی تیار نہیں کی ہے۔ تاہم، روسی ذرائع کے مطابق، برکس (BRICS) کا ایک بلاک چین (BlockChain) پر مبنی ادائیگیوں کا ایک نظام فعال ہے۔ ادائیگیوں کا نظام، جسے BRICS Bridge کہا جاتا ہے، مرکزی بینک کی ڈیجیٹل کرنسیوں میں معاملات طے کرنے کے لیے Payment Gateways کا استعمال کرتے ہوئے رکن ممالک کے مالیاتی نظام کو جوڑ دے گا۔

مثالی طور پر، ایک برکس کرنسی ان ممالک کو اجازت دے گی کہ وہ موجودہ بین الاقوامی مالیاتی نظام کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے اپنی اقتصادی آزادی پر زور دے سکیں۔ موجودہ نظام پر امریکی ڈالر کا غلبہ ہے، جو تمام کرنسی تجارت کا تقریباً 90 فیصد ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک، تیل کی تجارت کا تقریباً 100 فیصد ڈالر میں کیا جاتا تھا۔ تاہم، 2023 میں، تیل کی تجارت کا پانچواں حصہ مبینہ طور پر ڈالر کے علاوہ کرنسیوں میں کیا گیا۔

امریکی ڈالر پر نئی برکس کرنسی کا ممکنہ اثر غیر یقینی ہے، ماہرین اس کے ڈالر کے غلبہ کو چیلنج کرنے کی صلاحیت پر بحث کر رہے ہیں۔ ایک تجزیہ کار کے مطابق "ایسی کوئی بھی کرنسی، اگر ڈالر کے مقابلے میں مستحکم ہو جاتی ہے تو، عالمی سطح پر ڈالر کے اثر ورسوخ کو کم کر کے، امریکی پابندیوں کی طاقت کو کمزور کر دے گی... عالمی کرنسی کے طور پر ڈالر کی حیثیت کو کمزور کرے گی اور عالمی سطح پر اتار چڑھاؤ سے منسلک خطرات کو کم کرے گی۔ ڈالر پر انحصار کم کرنے کے لیے... چونکہ مزید ممالک ڈالر کے متبادل تلاش کریں گے اس سے ڈالر سے لاتعلقی کی طرف رجحان میں تیزی آئے گی"۔

ایک حالیہ انٹرویو میں، روس کے نائب وزیر خارجہ نے انکشاف کیا کہ ڈالر سے لاتعلقی کا ایجنڈا اکتوبر 2024 میں روس میں ہونے والے برکس سربراہی اجلاس میں مرکزی سطح پر ہوگا۔ یہ اتحاد اس اجلاس کے بعد مزید مضبوط ہو جائے گا جو ترقی پذیر ممالک کو ایک نئے راستے پر لے جائے گا"۔

BRICS نے 2015 میں BRICS بینک بھی بنایا ہے۔ اسے اب New Development Bank، یا NDB کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ BRICS اور دیگر ابھرتی ہوئی منڈیوں کی معیشتوں اور ترقی پذیر ممالک میں بنیادی ڈھانچے اور پائیدار ترقیاتی منصوبوں کے لیے وسائل کو متحرک کرتا ہے۔

2021 میں، NDB نے اپنی رکنیت کو بڑھایا اور بنگلہ دیش، مصر، متحدہ عرب امارات اور یوراگوئے کو نئے اراکین کے طور پر تسلیم کیا۔ مارچ میں اس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے شنگھائی میں اس کے ہیڈ کوارٹر میں اپنی 43ویں میٹنگ کا اختتام کیا۔ ملاقاتوں کے دوران NDB کے رکن ممالک کے ترقیاتی مقاصد کے ساتھ منسلک، 2024 کے لیے ایک مضبوط پروجیکٹ پائپ لائن پر تبادلہ خیال کیا گیا۔

اگر کامیاب ہو جائے تو مسابقتی نظام کا اضافہ عالمی جنوب کے ممالک کے لیے دلچسپی کا باعث بن سکتا ہے اور پھر امید کی جاسکتی ہے کہ امریکی پالیسی ساز، خاص طور پر افراطِ زر کے دباؤ کے موجودہ ملکی ماحول اور بڑھتے ہوئے قومی قرض کو دیکھتے ہوئے، پابندیوں کو خارجہ پالیسی کے ہتھوڑے کے طور پر استعمال کرنے کے حوالے سے زیادہ تحمل کا مظاہرہ کریں گے۔

تاہم، ڈالر سے لاتعلقی کے حصول کے لیے کسی بھی منصوبے کی کامیابی کے امکانات بہت کم ہیں کیونکہ ان دونوں ممالک کے درمیان تنازعات ان ممالک کی موجودہ بین الاقوامی مالیاتی آرڈر سے دور ہو جانے کی صلاحیت سے کہیں زیادہ بڑے ہیں، جیسے بھارت اور چین کے درمیان سرحدی تنازعات۔ ایک متوازی عالمی مالیاتی نظام قائم کرنے کے چین کے عزائم کا مقابلہ کرنے کے لیے امریکہ بھارت کے ساتھ قریبی دفاعی اور اقتصادی تعاون کر رہا ہے۔ بھارت امریکہ کے ساتھ اپنے تعلقات کو خطرے میں ڈالنے کیلئے تیار نہیں۔ یہاں تک کہ چین بھی امریکہ کے ساتھ تعلقات مزید خراب کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ چین جانتا ہے کہ اگر امریکہ نے چین کے ساتھ تائیوان پر سرد جنگ تیز کی تو چین کو بہت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اسے اپنے دفاعی اخراجات کو دوگنا یا تین گنا کرنا پڑے گا جس سے اس کی ترقی کی رفتار کمزور ہونے کا امکان ہے۔ چین تجارت کو بڑھانے اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کی گرفت کھونے میں بھی دلچسپی رکھتا ہے

اور بین الاقوامی تجارت اس کے مفاد میں نہیں ہے۔ برازیل امریکہ کی صنعت کے لیے ایک outsourcing جگہ کے طور پر چین اور بھارت کی جگہ حاصل کرنے کا بہت زیادہ منتظر ہے۔ برازیل کے صدر نے گزشتہ سربراہی اجلاس میں کہا کہ ہم نہ امریکہ کو چیلنج کرنے جا رہے ہیں اور نہ ہی ڈالر کو۔ روس اپنے مفاد میں دلچسپی رکھتا ہے کیونکہ وہ پابندیوں کی زد میں ہے۔ اس کے ارب پتیوں کی دولت پہلے ہی امریکی اور یورپی بینکوں میں منجمد ہے۔ ہر ملک کا اپنا خاص مفاد ہے لہذا اگر وہ خاص مفاد کسی مختلف طریقے سے پورا ہو جائے تو وہ موجودہ بین الاقوامی مالیاتی نظام کو چیلنج کرنا بھول جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ سونے کی کرنسی کے پیمانے کے خاتمے نے موجودہ بین الاقوامی مالیاتی آرڈر کو جنم دیا۔ امریکہ نے دوسرے ممالک کی رضامندی کے ساتھ، سونے کی کرنسی کے پیمانے سے ہٹ کر ایک فیاٹ (Fiat) کرنسی اپنانے کے لیے اقدامات کیے، جس سے سرمایہ دارانہ نظام میں اس کی طاقت اور اثر و رسوخ میں اضافہ ہوا۔

ممالک سونے کی کرنسی کے پیمانے سے دور ہونے لگے کیونکہ ان کے پاس سونے کے ذخائر ختم ہونے لگے اور وہ اپنی جنگوں کی معاونت کے لیے بڑی مقدار میں کاغذی کرنسی چھاپنا چاہتے تھے۔ لیکن سونے کی کرنسی کے پیمانے سے Fiat کرنسی میں تبدیلی فوراً واقع نہیں ہوئی۔

معاشی عدم استحکام کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ خاص طور پر عالمی جنگیں شروع ہونے کے بعد، کسی بھی ملک نے سونے کی کرنسی کے پیمانے پر چلنے والوں کی پیروی نہیں کی، جیسا کہ ان پالیسی فیصلوں سے ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے اس وقت کیے تھے، جس میں ان کے اقتصادی معاملات میں سونے کے استعمال کو محدود کیا گیا تھا۔ لہذا، وہ سونے کی کرنسی کے پیمانے سے سونے کے مبادلے کے پیمانے پر چلے گئے، جس نے ممالک (سب سے اہم امریکہ) کو اپنے بیرونی اور اندرونی مقاصد کے درمیان انتخاب کرنے پر مجبور کیا۔ اور 1933 میں، ڈالر کی قدر میں کمی کے ساتھ، امریکہ نے یہ اصول قائم کیا کہ اندرونی پالیسی مقاصد کو سونے کے معیار کے حکم پر فوقیت حاصل ہے۔

سونے کے مبادلے کے پیمانے کی ابتدائی تجویز 1922 جینوا کانفرنس میں پیش کی گئی تھی۔ اسے سونے کے کردار کو کم کرنے اور اس کی طلب کو محدود کرنے کے لیے ترتیب دیا گیا تھا، اور ان ممالک میں مرکزی بینکوں کی تشکیل پر زور دیا گیا تھا جن کے پاس ایک مرکزی بینک نہیں تھا، اور سونے کے بدلے غیر ملکی کرنسی کے طور پر ریزرو کرنسیوں کو قائم کیا گیا۔ 1931 میں Great Depression کے درمیان یہ نظام ناکام ہو گیا، برطانیہ اس نظام سے باہر نکل گیا اور دیگر ممالک اس کے پیچھے چل پڑے۔

پھر دوسری جنگ عظیم کے بعد، تجارتی ممالک نے جینوا کانفرنس کے اصولوں کے تحت بین الاقوامی ادائیگی کے نظام میں اصلاح کی ایک اور کوشش کی۔ 1944 کا Exchange سسٹم مقررہ شرح مبادلہ کے Bretton Woods سسٹم کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا مقصد بین الاقوامی تعاون کو فروغ دینا، شرح مبادلہ کے استحکام کو فروغ دینا، زر مبادلہ کے کنٹرول اور تجارت اور سرمائے کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا، اور بری ہمسائیگی (beggar-thy-neighbor) کی پالیسیوں کو روکنا تھا۔

معاہدے نے کرنسیوں کو امریکی ڈالر سے جوڑ دیا، جو اس وقت سونے سے منسلک تھی۔ امریکی ڈالر 35 ڈالر فی اونس کی مقررہ شرح مبادلہ پر سونے میں بدلنے کے قابل تھا، اور سونے کی ڈالر کی قیمت کو مقررہ رکھنے کی ذمہ داری امریکہ کی تھی اور اسے مستقبل میں سونے کی تبدیلی پر اعتماد برقرار رکھنے کے لیے ڈالر کی رسد کو منظم کرنا تھا۔

معاہدے نے نظام کو منظم کرنے کے لیے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) بھی قائم کیا جس کا مقصد آخری حربے کے قرض دہندہ کے طور پر کام کرنا اور منفی افراطِ زر کی درستگی کو روکنا تھا۔ کسی بھی ملک کو شرح مبادلہ کو برقرار رکھنا تھا جو امریکی ڈالر کے حوالے سے طے کیا گیا تھا اور توازن کی طرف منتقلی کے لیے عارضی طور پر IMF سے قرض لینے پر انحصار کرنا تھا۔ ہر ملک کو امریکی ڈالر سے منسلک اپنی کرنسی وضع کرنی تھی اور اسے ±1 فیصد کے پھیلاؤ کے ساتھ سونے کی کرنسی کے کلاسیکل نظام کے Gold Points کے ساتھ برابر کرنا تھا۔ اگر بنیادی عدم توازن کی ضرورت

ہو تو ہر ملک کو 10 فیصد تک قدر میں کمی کی اجازت تھی۔ اور 10 فیصد سے زیادہ کی کمی کو آئی ایم ایف سے منظوری درکار تھی۔

جب امریکہ نے ڈالر کو سونے کے معیار سے منسلک کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ اس کے فائدے میں تھا۔ ان کے پاس عالمی مرکزی بینک کے زری سونے کے ذخائر کی بھاری اکثریت تھی۔ لیکن جب نکسن انتظامیہ 1969 میں اقتدار میں آئی تو انہیں احساس ہوا کہ دنیا کی معیشت بہت ہی بڑی ہو چکی ہے۔ ہر کوئی ڈالر چاہتا تھا، اس لیے فیڈرل ریزرو بہت سارے ڈالر چھاپ رہا تھا۔ نتیجے کے طور پر، ریزرو میں موجود سونے کے مقابلے میں چار گنا زیادہ ڈالر گردش میں تھے۔ 1944 میں سونے کے ایک اونس کے لیے 35$ کی شرح اچھی تھی، لیکن اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی، اس لیے 1971 تک، ڈالر کی قدر واقعی حد سے بڑھ گئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ درآمدات بہت سستی تھیں، اور برآمدات بہت مہنگی تھیں۔ اور اس کے نتیجے میں، انہوں نے 19 ویں صدی کے بعد اپنے پہلے تجارتی خسارے کا مشاہدہ کیا اور انہیں روزگار کے مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا۔

جب انہوں نے 1971 میں سونے کے معیار کو چھوڑ دیا، تو "غیر ملکی مرکزی بینکوں کے پاس امریکی securities کی سطح سونے کی قیمت پر مقرر کرنسی کے ساتھ امریکہ کے لیے غیر پائیدار ہوتی جا رہی تھی"۔ اور برطانیہ جیسے ممالک مطالبہ کر رہے تھے کہ ان کی ڈالر ہولڈنگ سونے میں ادا کی جائے۔

لیکن اس حقیقت کے باوجود کہ امریکہ کی مالیات غیر یقینی حالت میں تھی، باقی دنیا کے پاس ڈالر سے دور جانے کی کوئی وجہ نہیں تھی (خاص طور پر جب کہ اس وقت تک بین الاقوامی نظام کا ڈھانچہ اپنی جگہ بنا چکا تھا)۔ وہ بین الاقوامی تبادلے کے لیے واحد قابل عمل آپشن تھا اور امریکہ کے پاس مالیاتی اداروں پر ضروری سیاسی کنٹرول موجود تھا جو عالمی ریزرو کرنسی کے لیے درکار سرمائے کے بہاؤ کو آسان بناتا تھا۔

اس سب بحث کے بعد، صرف ایک مضبوط مبدا ہی اس غیر منصفانہ اور جابرانہ بین الاقوامی مالیاتی نظام کو ختم کر سکتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ مبدا اسلام ہے۔ یہ ایک ایسا مبدا ہے جس کی بنیاد نہایت واضح عقائد پر مبنی ہے کہ پوری دنیا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہی بنائی ہے اور اسی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر زندگی گزارنے کا مکمل نظام وحی کیا ہے۔ اسلام سونے کو امت اور باقی دنیا کے ساتھ تبادلے کے معیار کے طور پر بیان کرتا ہے۔ ہمیں فیاٹ (Fiat) کرنسی کی اجازت نہیں ہے۔ ہماری کرنسی کو سونے اور چاندی کی 100% پشت پناہی حاصل ہونی چاہیے، جو ایک دوہرا دھاتی معیار ہے۔ لہٰذا، اس کرنسی کے برعکس جو آج دنیا میں چل رہی ہے، بیت المال کو کوئی کرنسی چھاپنے کی اجازت نہیں ہوگی جب تک کہ اس کے ذخائر میں سونا اور چاندی کی مساوی مقدار موجود نہ ہو۔

ہمارے پاس ملکی اور بین الاقوامی کرنسی بھی ایک ہی ہوگی۔ اس لیے خلافت کے اندر اور باہر کے لوگ آج کے حالات کے برعکس ایک ہی کرنسی میں معاملات طے کرتے ہیں۔ اس بات کو یقینی بنا کر کہ خلافت میں تمام لین دین کے لیے ملکی اور غیر ملکی کرنسی یکساں ہے، ہم اپنی دوہری دھاتی کرنسی کو مزید استحکام دیں گے۔

سونے اور چاندی کے نظام کو استعمال کرتے ہوئے، ہم لین دین کے لیے گردش میں کرنسی کی مقدار میں اضافہ کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کے برعکس دو قیمتی دھاتیں گردش میں ہوں گی۔ اس سے منڈی میں دستیاب دھاتی کرنسی پر اجارہ داری کا خوف ختم ہو جائے گا، جس کے نتیجے میں قیمتوں میں استحکام آئے گا۔ ایک دھاتی کرنسی کا استعمال کرنے سے بھی قیمتوں میں استحکام ممکن ہے، لیکن جب ہم دو دھاتی کرنسی استعمال کریں گے تو استحکام زیادہ ہوگا۔

سونے اور چاندی کی دستیابی کوئی مسئلہ نہیں ہوگی کیونکہ مسلمانوں کی زمینوں میں سونا موجود ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ اسے نجی کمپنیاں اور سرمایہ دارانہ حکومتیں چوری کر رہی ہیں۔ لیکن بحیثیت مسلمان، ہم سمجھتے ہیں کہ سونا اور چاندی، جو مسلمانوں کی زمینوں پر دستیاب ہے، امت کی مشترکہ ملکیت ہے جس کا انتظام ریاست کے پاس ہوتا ہے۔ ریاست ہی سونا اور چاندی کو نکالنے کا کام بھی سنبھالے گی، نہ کہ صرف اس پر مبنی قانونی کرنسی کو منظم کرنے کا کام کرے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے زیر زمین دھاتوں کو عوامی ملکیت بنایا ہے۔ ہم اپنی صنعتی پیداواری صلاحیتوں اور دیگر معاملات کو بھی تیار کریں گے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ ہمارے پاس اپنی کرنسی کا مکمل کنٹرول موجود

ہو۔ یہ حقیقت کہ سونااور چاندی عوامی ملکیت ہیں، نجی کمپنیوں کے لیے سونے کی ملکیت کو اپنا لینے یا اس کی قیمت کو بڑھا کر اسے اپنے منافع کے لیے استعمال کرنے کیلئے اس کی ذخیرہ اندوزی کرنے جیسے عوامل کو ناممکن بنادیتا ہے۔

اس کے بعد بیت المال معیشت کو منظم کرے گا اور اسلام کے قوانین کے مطابق عمل درآمد اور کام کرے گا۔ مثال کے طور پر، اگر ریاست کے کسی صوبے میں بعض اشیاء کی قیمت بڑھ جاتی ہے، تو ریاست کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان اجناس کو دوسرے صوبوں سے لاکر بازاروں میں اس کی رسد اور دستیابی بحال کر کے اسے اس کی متوازن حالت میں واپس لائے۔ اسے امت کے معاملات کی دیکھ بھال تصور کیا جاتا ہے اور اسلام میں قیمتیں مقرر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

لہٰذا خلافت کی سرزمین میں کرنسی کو بدعنوان اداروں کی جیبیں بھرنے کے لیے یا باقی دنیا پر استعمار کے تسلسل کو جاری رکھنے کے لیے استعمال کرنے کی بجائے شہریوں کی بہتری کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

فہرست

اسلام سیکولرازم اور "سیاسی الہیات" (Political Theology) دونوں کو مسترد کرتا ہے

خلیل مصعب، پاکستان

بیسویں صدی میں، ایک جرمن مفکر کارل شمٹ (Carl Schmitt) نے "سیاسی الہیات (Political Theology)" کی اصطلاح کو مقبول کیا۔ یہ اصطلاح الہیات اور سیاست کے درمیان تعلق کے حوالے سے استعمال کی گئی۔ کارل شمٹ (Carl Schmitt) کا ماننا تھا کہ قومی ریاست کو وجود بخشنے کے لیے دراصل عیسائیت کے مذہبی تصورات کا ہی سہارا لیا گیا ہے۔ شمٹ نے یہ سوچ پیش کی کہ یہ تصورات عیسائی روایت سے منتقل کیے گئے اور انہیں دوبارہ اس انداز سے تشکیل دیا گیا جسے ہم اب دین کی دنیا سے جدائی پر مبنی سیاست (Secular politics) کہتے ہیں۔ اُس کے اپنے الفاظ میں، "جدید ریاستی تھیوری کے تمام اہم تصورات درحقیقت مذہبی تصورات کی سیکولرائزڈ شکل ہیں، نہ صرف اپنے تاریخی ارتقاء کی وجہ سے — جس میں یہ تصورات [مسیحی] تھیولوجی سے ریاست کے نظریے میں منتقل ہو گئے، مثال کے طور پر، تمام طاقتوں کے مالک خدا کی جگہ تمام طاقتوں کے مالک قانون ساز نے لے لی — بلکہ ان کی منظم ساخت کی وجہ سے بھی، جس کی شناخت کرنا ان تصورات کے سماجی مطالعے کے لیے ضروری ہے۔"

کارل شمٹ کے مطابق، ایک ایسے قادرِ مطلق خدا کا مذہبی تصور کہ جس کی حاکمیت کسی بھی اعتراض سے بالاتر ہے، کا اطلاق قومی ریاست کے ڈھانچے پر کر دیا گیا۔ اب یہ ریاست تھی جس کے اختیار کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایک اور فکر جسے استعمال کیا گیا وہ یہ تھی کہ جس طرح خدا کا وجود اتفاقی یا حادثاتی نہیں، بلکہ لازمی ہے، اسی طرح اب قومی ریاست کا وجود بھی ضروری ہو گیا ہے۔ اب، چاہے آپ کارل شمٹ کے قومی ریاست کے تجزیے سے اتفاق کریں یا نہیں، یہ ایک اہم سوال اٹھاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے کہ مغربی فکری روایت میں، الہیات اور سیاست کو الگ سمجھا جاتا ہے؟

کارل شمٹ کی بحث میں ضمنی طور پر یہ مفروضہ موجود ہے کہ الٰہیات اور سیاست الگ الگ ہیں اور مذہبی تصورات کو پہلے سیکولر پہناوا پہنانا پڑتا تاکہ قومی ریاست پر ان کو فٹ کیا جاسکے۔

اپنی کتاب 'ٹو' میں اطالوی فلسفی، روبرٹو ایسپوسیتو (Roberto Esposito)، ''سیاسی تھیولوجی" کی اصطلاح میں موجود تضاد پر بات کرتے ہیں۔ ایسپوسیتو وضاحت کرتے ہیں کہ سیاست اور الٰہیات کا آپس میں جڑا ہونا صدیوں پہلے سے ہے، جب مسیحیت اور رومن قانون کا ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر اثر ڈالا، جس سے ہمیں وہ روایت ملی جسے آج ہم رومن کیتھولک روایت کے نام سے جانتے ہیں۔ تاہم، خالصتاً مذہبی (یا بنیادی طور پر مسیحیت) اور قانونی-سیاسی (یا رومن قانون اور ریاستی حکمت عملی) کے اس امتزاج میں کامل ہم آہنگی نہیں تھی۔ ایسپوسیتو کے مطابق، مذہبی اور سیاسی دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کی، اور ان دونوں کے درمیان تصادم نے مغربی تاریخ کے بہت سے پہلوؤں کی تشکیل کی ہے۔ مغربی روایت میں تھیولوجی اور سیاست کے درمیان یہ تقسیم انجیل کے ان الفاظ میں مجسم ہے: "قیصر کا حق قیصر کو دو، اور خدا کا حق خدا کو دو۔"

یہ تصادم، جو تاریخی طور پر مغرب میں تھیولوجی اور سیاست کے درمیان رہا ہے، بدقسمتی سے مسلم دنیا کے لیے بھی ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ استعماریت کے دور کی آمد کے ساتھ ریاستِ خلافت کا خاتمہ ہوا، اور مسلم دنیا کو قومی ریاستوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ قومی ریاستوں کے قیام کے ساتھ سیکولرازم کا بھی زبردستی نفاذ ہوا، جس کے نتیجے میں سیاسی میدان سے شریعت کو خارج کر دیا گیا۔ تاہم، سیاست اور مذہب کے درمیان ایسی تفریق کو اسلام میں لاگو نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تک کہ لفظ "تھیولوجی" کا استعمال بھی مسئلہ بن جاتا ہے جب ہم اسلامی روایت میں اس کا کوئی مترادف تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مغربی علمی حلقے بعض اوقات "تھیولوجی" کو علم کلام کے مساوی سمجھتے ہیں۔ تاہم، یہ ایک غلط مساوات ہے۔ مسلم تاریخ میں علم کلام ہمیشہ مسلمانوں کے دیگر علوم، جیسے اصولِ فقہ، تفسیر، اور شروحاتِ حدیث کے ساتھ گہری وابستگی رکھتا تھا۔ یہ علوم اسلامی مآخذ، خاص طور پر قرآن اور سنت، سے شریعت کے قوانین اخذ کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اور یہ قوانین مسلمانوں کو تمام معاملات میں رہنمائی اور احکامات فراہم کرتے ہیں، چاہے وہ ذاتی ہوں، عوامی ہوں، یا سیاسی حکمرانی۔

اللہ کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کے قول و عمل میں ہمیں ہر معاملے کے متعلق رہنمائی ملتی ہے، چاہے وہ عبادات ہوں، حدود ہوں، یا معاملات۔ تو اسلامی روایت میں تھیولوجی (الٰہیات) اور سیاست کے درمیان حد فاصل کہاں کھینچی جاسکتی ہے؟!! آسان الفاظ میں، یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اسلام میں سیاست، یعنی سیاسۃ، اسلام کے عطا کردہ قوانین کے مطابق لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال ہے۔ مشہور اسلامی مفکر اور مؤرخ ابن خلدون (رح) نے اپنی کتاب مقدّمہ میں اس نکتہ کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: السياسة والملك هي كفالة الخلق وخلافة الله في العباد لتنفيذ أحكامه فيهمفالسياسة والمُلْكُ هي كفالة للخلق وخلافة لله في العباد، لتنفيذ أحكامه فيهم، وأحكام الله في خلقه وعباده إنما هي بالخير ومراعاة المصالح كما تشهد به الشرائع "سیاست اور اختیار (ملک) اللہ کی مخلوق کی سرپرستی اور اس کے بندوں پر اللہ کی نیابت ہے، تاکہ ان پر اس کی شریعت کے قوانین نافذ کیے جاسکیں۔ اور اللہ کی شریعت کے قوانین اسکی مخلوق اور بندوں کے بارے میں سب خیر اور ان کے مفاد (مصالح) کی خاطر ہیں، جیسا کہ شرعی احکامات سے یہ بات ظاہر ہے"۔ لہذا، شریعت کے قوانین کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے رب اور دیگر انسانوں کے ساتھ تمام معاملات میں ایسا طریقہ اختیار کرے۔

مغربی عیسائی عقائد اور اسلام کے درمیان تضاد اس وقت اور بھی واضح ہو جاتا ہے جب ہم عیسائی کہاوت "قیصر کو قیصر کا دو اور خدا کو خدا کا دو" کا اسلامی نصوص سے موازنہ کرتے ہیں۔ قرآن پاک اس معاملے کو واضح کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلۡيَوۡمَ يَـئِسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ دِيۡنِكُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ‌ؕ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا‌ ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِىۡ مَخۡمَصَةٍ غَيۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ‌ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ "(اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (سورۃ المائدۃ-3)۔ یہ اسلام کی جامعیت کو ظاہر کرتا ہے۔

ہماری زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کا احاطہ اسلامی شریعت نہ کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ﴾ **"اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کریں اور ان کی خواہشوں کی پیروی کبھی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہیں کہ کسی حکم سے جو اللہ نے آپ پر نازل فرمایا ہے آپ کو ہٹا نہ دیں"** (سورۃ المائدۃ: 49)۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ صرف اسلامی احکام پر عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ‌ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ يَّفۡعَلُ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ اِلَّا خِزۡىٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُرَدُّوۡنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الۡعَذَابِ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ **"(یہ) کیا (بات ہے کہ) تم اللہ کی کتاب کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو، اللہ ان سے غافل نہیں"** (سورۃ البقرۃ-85)۔ یہ آیت مومنوں کو خبردار کرتی ہے کہ اگر وہ اسلام کے بعض پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی پسند کے مطابق دین کو اپنائیں گے تو ان کا انجام کیا ہو گا۔

ہمیں بطور مسلمان اس فکر کو مسترد کرنا چاہیے کہ سیاست اور مذہب ایک دوسرے کے متضاد یا مخالف ہیں۔ اس کے برعکس، یہ دونوں ہمارے دین کی اہم ترین نظریاتی بنیاد کے ذریعے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ہم مسلمان سمجھتے ہیں کہ چاہے وہ "مذہبی" علوم میں کی جانے والی کوششیں ہوں یا سیاسی میدان میں، ان کا مقصد صرف ایک ہے: اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا۔

فہرست

آپ کی کہانی

اکثر لوگ پوچھتے ہیں، ’’آپ کی زندگی کی کہانی کیسی ہے؟‘‘، ’’آپ اپنی زندگی کی کہانی میں کیا بننا چاہتے ہیں؟‘‘، ’’آپ کی زندگی کا نمایاں کردار کون ہے؟‘‘، "آپ دس سال بعد اپنے آپ کو کہاں دیکھتے ہیں؟"، ’’آپ بڑے ہو کر کیا بننا چاہتے ہیں؟‘‘، ہم سب نے اپنی زندگی میں ایسے سوالات ضرور سُنے ہوں گے۔ جیسے ان سوالات کا مقصد ہماری آگہی بڑھانا ہو کہ ہم زندگی میں کیا بنیں گے، جیسے ہمیں یہ سبق پڑھایا جائے یا یہ دکھایا جائے کہ ہمیں اپنی زندگی میں آگے کیسے بڑھنا ہے۔ لیکن اس لطیف رہنمائی کے زیادہ تر حصے کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں جو حقیقت میں اہم ہے۔ اس میں اصل بات ہی پیچھے رہ گئی۔

آخر ان دس سالوں کے بعد کیا ہو جائے گا ... آخر تب کیا ہو جائے گا جب آپ اپنا آئیڈیل وژن حاصل کر چکے ہوں گے۔ تب یہ مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ آپ کسی نئی چیز کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سے ہماری کبھی بھی صحیح طریقے سے رہنمائی نہیں کی گئی۔ غور کریں تو اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ ان جیسے سوالات کے پیچھے ایک یکسر مختلف دُنیا ہے تو ہمارے لئے، یعنی مؤمنین کے لئے، ان سوالوں کے جواب ہمارے مقصد سے آنے چاہئیں یعنی دُنیا میں ہمارے آنے کے مقصد سے۔

غور کریں، ہمارے پاس بھی سب کو سُنانے کے لئے ایک کہانی موجود ہے۔ ہم وہ لوگ ہیں جو حق کے لئے، سچائی کے لئے اور عظمت کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ ان دنوں جب COVID کے حالات میں جو کچھ بھی ہوا، زندگی کے بہت سے پہلو مختلف انداز سے مزید واضح ہو گئے۔ موت تو یوں معلوم ہونے لگی جیسے کہیں پاس ہی ہو، اس سے بھی زیادہ قریب، جتنا پہلے کبھی سوچا ہی نہ تھا۔ تب بھی ہمیں صحیح طرح سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ہمیں اپنی زندگیوں میں کیا کرنے کی ضرورت ہے۔

ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے میری آنکھوں کے آگے سے اِک پردہ ساہٹا دیا ہو۔ جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں، ان میں زندگی ایک نہایت ہی مختلف سی معلوم ہونے لگی۔ اِن حالات نے مجھے زندگی کو ایک نئے پیرائے سے دیکھنے کا موقع دیا جس کا شاید بہت سے دوسرے لوگ پہلے بھی مشاہدہ کر چکے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ایک پیمانہ بن گیا۔ ایک ایسا پیمانہ جس پر ہم سچے دِل سے عمل پیرا ہونا چاہتے ہوں۔ ہم نے قیامُ الّیل کی ادائیگی کے ذریعے، سوموار اور جمعرات کے دِن روزہ رکھ کر، قرآنِ پاک کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کر کے، دینِ اسلام کو مزید سیکھ کر اور سِکھا کر، یا ہر وہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کر کے زیادہ عبادات کرنا شروع کر دیں تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ اَجر و ثواب حاصل کر سکیں۔

اور پھر جب یہ آزمائش ختم ہوئی یا تھوڑا سا کم ہوئی تو زندگی دوبارہ اپنی پُرانی ڈگر پر لوٹنے لگی ہے اور آہستہ آہستہ ہم نے ان اعمال سے رُخ موڑنا شروع کر دیا ہے جن اعمال کی پابندی کا ہم ہمیشہ کے لئے ارادہ کر چکے تھے۔

ایسا ہونا ایک فطری سی بات ہے۔

ابو عثمان نے حنظلہ الاُسیدیؓ، جو کہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبِ وحی بھی تھے، سے روایت کیا ہے، کہ حنظلہؓ، ابو بکرؓ کے پاس سے روتے ہوئے گزرے تو ابو بکر نے اُن سے پوچھا:

« مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا أَبَا بَكْرٍ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْىَ عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا إِلَى الأَزْوَاجِ وَالضَّيْعَةِ نَسِينَا كَثِيرًا . قَالَ فَوَاللَّهِ إِنَّا لَكَذَلِكَ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم . فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ " . قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْىَ عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِينَا كَثِيرًا . قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " لَوْ تَدُومُونَ عَلَى الْحَالِ الَّذِي تَقُومُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلاَئِكَةُ فِي مَجَالِسِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَعَلَى فُرُشِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً " »

"او حنظلہ! تمہیں کیا ہُوا؟، تو انہوں نے جواب دیا: اے ابو بکر! حنظلہ منافق ہو گیا ہے، کیونکہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں تو ہم جنت و دوزخ کو ایسے یاد رکھتے ہیں جیسے ہم انہیں بالکل اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ رہے ہوں اور جب ہم وہاں سے واپس آتے ہیں تو اپنی زندگی اور بیوی بچوں میں مصروف ہو جاتے ہیں اور ہم اکثر بھول جاتے ہیں۔ ابو بکرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میرے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ آؤ، رسول اللہ ﷺ کے پاس اکٹھے چلتے ہیں۔ حنظلہؓ نے بتایا: پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں دیکھا تو آپ ﷺ نے کہا: اے حنظلہ! تمہیں کیا ہوا؟، حنظلہؓ نے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ! حنظلہ منافق ہو گیا ہے، کیونکہ جب ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں تو ہم جنت و دوزخ کو ایسے یاد رکھتے ہیں جیسے ہم انہیں بالکل اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ رہے ہوں اور جب ہم وہاں سے واپس آتے ہیں تو اپنی زندگی اور بیوی بچوں میں مصروف ہو جاتے ہیں اور ہم اکثر بھول جاتے ہیں۔ حنظلہؓ بتاتے ہیں کہ: پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اسی حالت پر قائم رہو جس پر تم اس وقت ہوتے ہو جب تم میرے ساتھ ہوتے ہو تو فرشتے تم سے تمہاری مجلسوں میں، تمہارے بستروں میں اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کریں گے، لیکن اے حنظلہ! اس کا بھی ایک وقت ہے اور اُس کا بھی ایک وقت ہے" (ترمذی)۔

غور کریں، تو پتہ چلتا ہے کہ آزمائشوں کے ذریعے اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اپنی حالت کو دُرست کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ صرف وہ اعمال ہی نہیں ہیں بلکہ اپنے رب کے لئے وہ شدّتِ احساس بھی ہے جب ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں۔ جب ہم اپنے ان اعمال پر عمل پیرا ہوتے ہیں، تو اس سے ہم اپنے رب کے قریب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ، ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ، ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي، أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً »

”اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میں ویسا ہی ہوں جیسا میرا بندہ میرے متعلق گمان کرتا ہے۔ اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ میرا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو میں بھی اپنی ذات میں اُس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ میرا ذکر مجلس میں کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اُس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ ایک ہاتھ کے برابر میرے نزدیک آتا ہے تو میں ایک بازو کے برابر اس کے نزدیک آتا ہوں اور اگر وہ ایک بازو کے برابر میرے نزدیک آتا ہے تو میں دونوں بازوؤں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے نزدیک آتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں“ (بخاری)۔

اللہ تعالیٰ کا قُرب ہماری حالت بدل دے گا اور حتیٰ کہ اس کو بدل دے گا کہ ہمیں کیا بننا ہے، ہمیں کیسا ہونا چاہئے، ہمیں کیا کرنا چاہئے اور بالآخر ہم کیسے بننا چاہتے ہیں۔ اپنے ہر نیک عمل کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کے قریب اور قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مقصد محض اس نیک عمل کی ادائیگی نہیں ہوتا بلکہ وہ تقویٰ ہوتا ہے جو ہم اس سے حاصل کرتے ہیں یعنی قُربِ الٰہی۔

اپنی باقی ماندہ زندگی سے بھرپُور فائدہ اُٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم وہ سب پڑھیں اور سیکھیں جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ استقامت کے ساتھ کی گئی چھوٹی چھوٹی نیکیوں سے بھی ہم وہ مضبوطی اور رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں جو اسلام کیلئے درکار ہے، تاکہ ہم مضبوط ارادے والے حامل الدعوۃ بن جائیں جو ہم بننا چاہتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کے پاس اس دُنیا میں لانے کے لئے ایک تحفہ موجود ہے، ایک ایسا تحفہ جو صرف اُسی کے پاس ہے، کہ صرف وہی شخص اس سے دوسرے لوگوں کی آنکھیں کھول سکتا ہے اور انسان ہونے کے ناطے شاید ہم ہی دوسرے انسانوں کو حق دکھانے کیلئے قریب لا سکتے ہیں، وہ حق جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر یقین، محمد رسول اللہ ﷺ پر یقین، اور اس عظیم دین پر یقین پر مشتمل ہے جو آپ ﷺ ہمارے لیے لائے ہیں تاکہ اس کے ذریعے ہم پر بحیثیت افراد اور ایک زبردست اُمت، اللہ کے احکامات کا نفاذ ہو سکے۔

اپنی زندگی کے باقی ماندہ دنوں سے بھرپور انداز سے فائدہ اُٹھانے سے نہ صرف ہماری حالت تبدیل ہو سکے گی بلکہ ہمارے اردگردِ کی بھی کایا پلٹ جائے گی۔ آیئے اب ہم یہ سوالات پوچھتے ہیں،... کیا ہم واقعی کوشش کر رہے ہیں اور اپنی بھرپور توانائیاں صَرف کر رہے ہیں ؟ کیا ہم ہفتے کے ساتوں دن اور سال کے تمام ہفتے، آزمائشوں میں یا آزمائشوں کے بغیر، اسلام پر چلتے رہے ہیں؟ کیا ہم نے اس دین کے لئے ایسے کوشش کی جیسے ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ نے انتھک کوشش کی تھی؟

زندگی کا ہر گزرتا دن ہمیں ہماری قبروں کے قریب کر رہا ہے۔ ہم جوں جوں اپنی قبروں کے قریب ہو رہے ہیں ، تو یہی وقت ہے کہ ہم توبہ کریں جو ہمارے اعمال میں بھی نظر آئے۔ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا گو ہیں کہ وہ ہماری مغفرت کریں اور ہماری زندگیاں ، جتنی بھی باقی رہ گئی ہیں، ان میں آنے والی آخرت کی زندگی تک ہماری رہنمائی فرمائیں تاکہ اس دن... یعنی روزِ قیامت... جب ہمیں اپنا اعمال نامہ، اپنی کہانی پڑھنے کو دی جائے تو ہم بُلند آواز سے اُسے پڑھ رہے ہوں...

تو بھائیو اور دوستو! اُس دن آپ کی کہانی کیا کہے گی؟ اللہ کرے، جتنا ممکن ہو سکے، یہ اُتنا بہترین ہو۔ آمین !

فہرست

اے مسلمان سپاہیو، کیا آج آپ کے درمیان کوئی دوسرا صلاح الدین نہیں ہے، جو شہیدوں کی مدد وحمایت اور یہودی وجود کو اکھاڑ پھینکنے میں آپ کی قیادت کرے؟

عربی سے ترجمہ

ایک طرف یہود ہیں جو فلسطین کی مقدس سرزمین پر قابض ہیں، لوگوں کو قتل کررہے ہیں، درختوں کو جلارہے ہیں اور پتھروں کو مسمار کررہے ہیں، اور دوسری طرف آپ ہیں کہ خاموش ہیں اور حرکت نہیں کررہے!

ایک طرف یہود ہیں جو فلسطین کی مقدس سرزمین پر قابض ہیں، ناتواں بوڑھوں، خواتین اور بچوں کو قتل کر رہے ہیں، اور دوسری طرف آپ ہیں کہ خاموش ہیں اور حرکت نہیں کررہے!

ایک طرف یہود ہیں جو فلسطین کی مقدس سرزمین پر قابض ہیں، مساجد، اسکولوں اور ہسپتالوں کو تباہ کررہے ہیں، بیماروں کو موت کے گھاٹ اتاررہے ہیں، اور دوسری طرف آپ ہیں کہ خاموش ہیں اور حرکت نہیں کررہے!

ایک طرف یہود ہیں جو فلسطین کی مبارک سرزمین پر قابض ہیں، جو غزہ میں اور یہاں تک کہ شام کی پوری سرزمین میں ایک کے بعد ایک، مسلمانوں کو شہید کررہے ہیں، اور دوسری طرف آپ ہیں کہ خاموش ہیں اور حرکت نہیں کررہے!

فلسطین کی مقدس سرزمین پر یہودی قابض ہیں، جو حماس کے رہنما، یحییٰ سنوار تک پہنچ گئے، جو کہ ان شاءاللہ، ایک بہادر، متقی اور پاک شخص تھے اور جنہوں نے دو اچھی چیزوں میں سے ایک حاصل کرلی ہے۔ انہوں نے طوفان الأقصیٰ میں بہادری سے بھاری مسلح یہودی وجود کا سامنا کیا، اور کم سے کم سامان اور تعداد کے باوجود اس یہودی وجود کو تھکا دیا تھا... اور یہ سب کچھ آپ کی حمایت کے بغیر کیا گیا ہے! دوسری طرف اے مسلمان سپاہیو، آپ ہیں جو فلسطین کے ارد گرد موجود ہیں، مصر کی سرزمین سے لے کر اردن، شام، عراق، ترکی اور ایران تک، اور آپ کا رویہ اور طرز

عمل ایسا ہے جیسے یہ معاملہ آپ سے متعلق ہے ہی نہیں۔ گویا آپ کسی دُور کی تخیلاتی دنیا میں بستے ہیں...اتنے ظلم و ستم کے بعد بھی آپ خاموش ہیں اور حرکت میں نہیں آ رہے!

اے مسلمانوں کی سرزمینوں کے سپاہیو، کیا تم انسانیت کے لیے کھڑی کی گئی بہترین امت کے سپاہی نہیں ہو؟

جب آپ اپنے بھائیوں کے خلاف یہودیوں کی وحشیانہ جارحیت کو ہر روز، یہاں تک کہ دن یا رات کے ہر گھنٹے میں دیکھتے ہو تو کیا آپ کا خون نہیں کھولتا؟

کیا آپ، اپنے جہاد کے ذریعے خوشخبری سننے والوں میں شامل ہونے کی خواہش نہیں رکھتے؟ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ﴿**يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ**﴾ **"ان کا رب انہیں اپنی طرف سے رحمت، رضامندی اور ایسی جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جس میں ان کے لیے ہمیشہ کی خوشی ہے۔"** (سورۃ التوبۃ، 9:21)

کیا آپ کو اللہ کے قرآن کی اس آیت نے جھنجھوڑا نہیں ہے جو ان لوگوں سے لڑنے کے بارے میں حکم دیتی ہے جنہوں نے آپ کے بھائیوں کو گھروں سے نکالا ہے؟ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ**﴾ **"اور انہیں قتل کرو جہاں کہیں بھی تم انہیں پاؤ اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا۔"** (سورۃ البقرۃ، 2:191)

کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ اللہ نے دو اچھی چیزوں میں سے ایک چیز جہاد کرنے والے سپاہیوں کے لیے تیار کی ہوئی ہے؟ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ**﴾ **"کہہ دو کہ تم ہم پر کسی چیز کے آنے کا انتظار نہیں کر رہے، سوائے دو بہترین چیزوں میں سے ایک کے (یعنی فتح یا شہادت)۔**

لیکن ہم اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے عذاب دے، یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے۔ تو تم بھی انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔" (سورۃ التوبۃ، 9:52)

کیا آپ کو یاد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قُریظہ اور خیبر کے یہودیوں کے بارے میں کیا موقف اختیار کیا تھا، جب وہ فساد میں مبتلا تھے اور زمین میں فساد پھیلا رہے تھے؟

کیا آپ کو خلفائے راشدین یاد نہیں ہیں جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی اور اللہ کی راہ میں ایسے جہاد کیا جیسے کہ جہاد کرنے کا حق ہے؟ اللہ ان سے راضی ہو اور وہ بھی اس سے راضی ہوں۔

کیا آج آپ کے درمیان بخارا اور سمرقند کے فاتح جیسا کوئی قتیبہ نہیں ہے؟ کیا آج آپ کے درمیان ہند اور سندھ کے فاتح جیسا کوئی محمد بن قاسم نہیں ہے؟ کیا آج آپ کے درمیان اندلس کو فتح کرنے والے ابنِ زیاد جیسا کوئی نہیں ہے؟ یہ وہ ابن زیاد ہے کہ اندلس کی چابی، یعنی جبل الطارق (جبرالٹر)، اب بھی اس کے نام پر ہے۔ کیا آج آپ کے درمیان اموریہ کے فاتح معتصم جیسا کوئی نہیں ہے؟

کیا آج آپ کے درمیان صلیبیوں کو شکست دینے والا اور القدس کو آزاد کروانے والا کوئی صلاح الدین نہیں ہے؟ کیا آج آپ کے درمیان فلسطین کے علاقے عین جالوت میں منگولوں کو شکست دینے والا قطز اور بیبرس نہیں ہیں؟

کیا آج آپ کے درمیان کوئی محمد الفاتح نہیں ہے جنہوں نے قسطنطنیہ کو فتح کرکے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں بیان کی گئی بشارت کو پورا کیا تھا، جسے احمد نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن بشر نے مجھے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ: **«لَتُفْتَحَنَّ الْقُسْطَنْطِينِيَّةُ فَلَنِعْمَ الْأَمِيرُ أَمِيرُهَا وَلَنِعْمَ الْجَيْشُ ذَلِكَ الْجَيْشُ» "قسطنطنیہ ضرور فتح کیا جائے گا، اور اس فوج کا کمانڈر کتنا بہترین کمانڈر ہوگا، اور وہ فوج کتنی بہترین فوج ہوگی۔"**

کیا آج آپ کے درمیان یہودیوں سے فلسطین کو محفوظ رکھنے والا کوئی عبدالحمید نہیں ہے؟.. یہ وہی ہیں جنہوں نے یہود کے نمائندے کو مایوسی اور ناکامی کی حالت میں واپس بھیجا اور اسے کچھ حاصل نہ ہوا، اور ایک دانشمندانہ بات کے ذریعے اسے خبردار کیا: "میں فلسطین کی زمین کا ایک انچ بھی نہیں چھوڑ سکتا، کیونکہ یہ میری ملکیت نہیں ہے، بلکہ امتِ مسلمہ کی ملکیت ہے۔ میرے لوگوں نے اس سرزمین کے لیے جنگ کی اور اپنے خون سے اس کی آبیاری کی ہے۔ یہودی اپنے لاکھوں کی دولت اپنے پاس رکھیں، اور اگر ایک دن خلافت کی ریاست ٹوٹ جائے تو وہ بغیر کسی قیمت کے فلسطین پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ تاہم، جب تک میں زندہ ہوں، ایسا نہیں ہوگا..."

اے مسلمانوں کی افواج میں موجود سپاہیو!

اگر آپ میں سے کوئی یہ کہتا ہے کہ حکمران ہمیں فلسطین اور اس کی مقدس سرزمین کی حمایت کرنے سے روکتے ہیں، اور یہ کہ آپ ان کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں کر سکتے، تو آپ کا یہ عذر اور بہانہ ایک مسترد شدہ عذر اور بہانہ ہے۔ جہاد کو روکنے میں ان حکمرانوں کی اطاعت کرنا درست نہیں ہے اور اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ یہ حکمران نہ تو اس دنیا میں آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، اور نہ ہی آخرت میں۔ جہاں تک اس دنیا کا تعلق ہے، تو یہ حکمران استعماری کافر کے ایجنٹ اور یہودی وجود کے محافظ ہیں۔ ان کی اطاعت کرنے کا مطلب ہے کہ آپ رسوائی کو قبول کریں گے اور اپنے دشمن سے نہیں لڑیں گے، حالانکہ یہودی لڑنے والی قوم نہیں ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: **﴿وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾ "اگر وہ تم سے جنگ میں آمنے سامنے آئیں گے تو بھاگ جائیں گے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا"** (سورۃ آل عمران، 3:111)۔ جہاں تک آخرت کا تعلق ہے تو ان حکمرانوں کا انجام سب سے برا ہوگا اور ان کا عذاب بہت سخت ہوگا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: **﴿وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا﴾ "اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اپنے قائدین اور امراء کی اطاعت کی لیکن انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیا۔"** (سورۃ الاحزاب، 33:67)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: **﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ * وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ**

أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ﴾ "جب وہ لوگ جنہوں نے دوسروں کو گمراہ کیا، وہ اپنے پیروکاروں سے برائت کا اظہار کریں گے اور انہیں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان کے رابطے منقطع ہو جائیں گے۔ گمراہ پیروکار کہیں گے کہ اگر ہمیں دوسرا موقع مل جائے تو ہم ان سے براءت کر دیں گے جیسے انہوں نے ہم سے براءت کی ہے۔ اور اس طرح اللہ انہیں اپنے گناہوں کا پچھتاوا دلائے گا۔ پھر بھی وہ آگ سے نکل نہیں پائیں گے۔"(سورۃ البقرۃ، 166-167)

اے مسلمان افواج میں موجود سپاہیو!

یہودی وجود کا تباہ ہونا اللہ کی طرف سے ایک وعدہ ہے۔ جب بھی وہ سر اٹھاتے ہیں اور فساد پھیلاتے ہیں تو مار کھاتے ہیں اور اکھاڑ پھینک دیئے جاتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيراً﴾ "اور جب آخری وعدہ پورا ہو جائے گا تو تمہارے دشمن تمہیں رسوا کرنے اور اس عبادت گاہ میں داخل ہونے کے لیے چھوڑ دیے جائیں گے جس طرح وہ پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جو کچھ ان کے ہاتھ میں آئے گا اسے تباہ کر دیں گے۔"(سورۃ الاسراء، 17:7)۔ اور یہ یہود جب بھی اپنے فسادی عمل کو دوہرائیں گے تو مار کھائیں گے اور اکھاڑ پھینکے جائیں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيراً﴾ "اگر تم (یہود) دوبارہ (فساد) کروگے تو ہم دوبارہ (عذاب) دیں گے۔ بے شک ہم نے کافروں کے لیے جہنم کو دائمی قید بنا دیا ہے۔"(سورۃ الاسراء، 17:8)۔ یہودی اپنے سیاہ کاموں اور فساد کو جاری رکھے ہوئے ہیں، اس لیے اللہ کے وعدے کے مطابق ان کا وجود یقیناً تباہ ہو جائے گا۔

اور انہیں (یہود کو) رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کے مطابق قتل کیا جائے گا جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: «لَتُقَاتِلُنَّ الْيَهُودَ فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ...» "تم یہودیوں سے ضرور لڑوگے اور انہیں ضرور قتل کروگے۔" اس حدیث کو مسلم نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔

ان (یہود) کا وجود زوال پذیر ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مرضی سے ضرور تباہ ہو کر رہے گا۔ پس اے مسلمان سپاہیو، کوشش کرو کہ یہ آپ کے ہاتھوں سے رونما ہو، ورنہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کی جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو آپ کی طرح نہیں ہوں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ**﴾ **"اگر تم منہ موڑو گے تو وہ (اللہ) تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔"** (سورۃ محمد، 47:38)

آخر میں، اللہ تعالیٰ شہیدوں پر رحم فرمائے اور انہیں اپنے وسیع باغات میں جگہ عطا فرمائے۔ اللہ زخمیوں کو شفا بخشے اور انہیں تندرستی عطا فرمائے۔ اللہ اس امت کو نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے ذریعے اور پھر اس خلافت کو فتح دے کر اور بلند کر کے، عزت عطا کرے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ**﴾ **"ساری عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔"** (سورۃ المنافقون، 63:8)

حزب التحریر

15 ربیع الثانی 1446 ہجری

جمعہ، 18 اکتوبر، 2024ء

فہرست

بلوچستان میں امن کے لیے ہمیں استعماری نظام کا خاتمہ اور خلافت راشدہ کا قیام عمل میں لانا ہوگا

شہزاد شیخ، ولایہ پاکستان

بلوچستان میں پر تشدد بدامنی کے واقعات میں حالیہ اضافے نے پاکستان کو شدید حیرت زدہ اور پریشان کر دیا ہے۔ یہ حملے بلوچ قبائلی رہنما اکبر بگٹی کی برسی کے موقع پر ہوئے، جنہیں جنرل مشرف نے 26 اگست 2006 کو قتل کر دیا تھا۔ یہ حملے بلوچستان کے تقریباً ہر علاقے میں بیک وقت ہوئے۔

بلوچستان میں بدامنی کوئی نیا واقعہ نہیں ہے۔ یہ سلسلہ برطانوی راج سے پاکستان کی آزادی کے بعد سے جاری ہے۔ بدامنی کی موجودہ لہر، اپنی نوعیت کی پانچویں اور طویل ترین لہر ہے، جو 2000 کی دہائی کے اوائل میں جنرل مشرف کے دور میں شروع ہوئی۔ باغیوں اور مظاہرین کے مطالبات متنوع ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ صوبائی حقوق سے لے کر ایک آزاد ریاست کے قیام تک سب مطالبات شامل ہیں۔ پاکستانی حکومت نے بدامنی کو دبانے کے لیے سیاسی ہتھکنڈوں اور فوجی آپریشن دونوں کو استعمال کیا ہے، لیکن وہ ابھی تک خطے میں پائیدار امن حاصل نہیں کر سکی ہے۔

حکومت کا یہ دعویٰ کہ غیر ملکی طاقتیں بلوچستان میں بدامنی کا فائدہ اٹھا رہی ہیں، اس کے سخت فوجی ردعمل کو جواز فراہم کرتا ہے۔ تاہم، یہ نقطہ نظر ایک پیچیدہ مسئلہ کو ضرورت سے زیادہ سادہ بنانے کی مثال ہے۔ یہ نقطہ نظر بدامنی کی بنیادی وجوہات کو حل کرنے میں ناکام ہے۔ جب ہزاروں غیر مسلح شہری جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہوں، گوادر جیسے اہم مقامات پر احتجاج کرتے ہیں، تو یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ وہاں حقیقی اور غیر حل شدہ شکایات ہیں جن کو دور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئٹہ، گوادر، حتیٰ کہ اسلام آباد جیسے شہروں میں خواتین اور بچوں سمیت اتنی بڑی تعداد میں لوگ احتجاج کیوں کرتے ہیں؟ کیا بلوچستان کی مسلم آبادی کے حقوق اور ضروریات کو پورا کرنے میں نظام ناکام ہے؟ اگر حکومت ان شکایات کو مؤثر طریقے سے دور کرتی اور عوام کے حقوق کو یقینی بناتی تو کیا اس سے بیرونی طاقتوں کی صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت بھی کم نہیں ہو جاتی؟

بلوچستان کے لوگوں کی شکایات بہت بڑی ہیں جن کو برطانوی راج اور موجودہ پاکستانی حکمرانوں کے دور میں بھی ختم نہیں کیا گیا۔ نوآبادیاتی دور میں بلوچستان کو کبھی بھی باضابطہ طور پر صوبہ تسلیم نہیں کیا گیا۔ اس کے بجائے، اس پر ایک الگ، خصوصی انتظام کے ذریعے حکومت کی گئی۔ انگریزوں کو یہاں اپنے قبضے کے خلاف مسلسل مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے خطے کے وسائل کا استحصال کیا اور اسے غریب بنا دیا۔ نوآبادیاتی نظام کو اپنی رعایا کی خدمت کے بجائے محکوم بنانے، ان کے حقوق سے انکار اور فوجی طاقت کے ذریعے کنٹرول برقرار رکھنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا تھا۔

آج پاکستان میں سیاسی اور عسکری قیادت استعماری وراثت کی پیروی اور برطانوی طرزِ عمل کی تقلید کرتے ہوئے بلوچستان پر حکومت کر رہی ہے۔ استحصالی اور جابرانہ پالیسیوں کے اس تسلسل نے خطے میں جاری بدامنی اور بے اطمینانی کو جنم دیا ہے۔

مسلم دنیا کی بہت سی ریاستوں کی طرح پاکستان بھی اپنے استعماری نظام کی وجہ سے ایک ناکام ریاست ہے۔ حکمران دھڑے ملکی وسائل کا استحصال کرتے ہیں اور نہ صرف بلوچستان بلکہ تمام صوبوں کو حقوق سے محروم کرتے ہیں۔ مایوسی پورے ملک میں موجود ہے، لیکن زیادہ آبادی والے اور زیادہ انتخابی اثر و رسوخ والے صوبے زیادہ توجہ اور وسائل حاصل کر لیتے ہیں۔ نتیجتاً، بلوچستان جیسے چھوٹے صوبے، اور کم انتخابی اثرات رکھنے والے، زیادہ نظر انداز کیے جانے اور استحصال کا شکار ہیں۔

بلوچستان اور پورے پاکستان کے مسلمانوں کو موجودہ استعماری نظام کو ختم کرنے کے لیے متحد ہونا چاہیے۔ انہیں نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے کام کرنا چاہیے۔ اسلامی شریعت کا نفاذ تمام لوگوں کے لیے

انصاف اور خوشحالی کو یقینی بناتا ہے۔ تاریخی طور پر، خلافت مختلف ولایتوں (صوبوں) میں اقلیت یا اکثریتی حیثیت سے قطع نظر مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے ساتھ حسن سلوک کے لیے مشہور تھی۔ صدیوں تک، خلافت نے مختلف نسلوں، زبانوں اور مذاہب کے ساتھ مختلف آبادیوں پر حکومت کی، اور ان کی نظر میں عزت اور ان کی وفاداری حاصل کی۔

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم کس طرح خلافت راشدہ کے وفادار تھے۔ شام کو مسلمانوں نے فتح کیا تھا، لیکن جب رومی عیسائی اسے دوبارہ حاصل کرنے کے لیے فوجیں جمع کر رہے تھے، تو اس کے والی (صوبائی گورنر)، ابو عبیدہؓ اس پوزیشن میں نہ رہے کہ وہ اپنے زیر حاکمیت رہنے والے غیر مسلم شہریوں کو تحفظ فراہم کر سکیں، تو انہوں نے جزیہ ٹیکس اس اعلان کے ساتھ واپس کر دیا گیا، وَإِنَّمَا رَدَدْنَا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ لِأَنَّا كَرِهْنَا أَنْ نَأْخُذَ أَمْوَالَكُمْ وَلَا نَمْنَعَ بِلَادَكُمْ ،"ہم آپ کا مال آپ کو واپس کر رہے ہیں کیونکہ ہم یہ ناپسند کرتے ہیں کہ ہم آپ کا مال لیں اور آپ کے علاقے کا دفاع نہ کر سکیں"۔ رومی عیسائیوں کی طرفداری کرنے کی بجائے الشام کے عیسائیوں نے یہ کہا: رَدَّكُمُ اللهُ إلينا، ولَعَنَ اللهُ الذين كانوا يملكوننا من الروم، ولكن والله لو كانوا هم علينا ما ردُّوا علينا، ولكن غصبونا، وأخذوا ما قدَرُوا عليه من أموالنا، لَوِلايتُكم وعدلُكم أحبُّ إلينا مما كنا فيه من الظلم والغُشْم ،"اللہ تمہیں بحفاظت ہماری طرف واپس لوٹائے اور روم سے ہم پر قبضہ کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو، اللہ کی قسم اگر وہ ہم پر آ جاتے تو واپس نہ آتے بلکہ غصب کرتے اور ہمارے مال میں سے جو پاتے، لے لیتے۔ یقیناً، آپ کی سربراہی اور عدل ہمیں اس ظلم اور بدبختی سے زیادہ محبوب ہے جس میں ہم پہلے تھے۔"

فہرست

سوال وجواب: رزق ہر وہ چیز ہے جس سے نوازا جاتا ہے

(عربی سے ترجمہ)

محمد تمیز اکیلئے

سوال:

السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

اے جلیل القدر شیخ اور عالم! برائے مہربانی مجھے اس سوال کا جواب دیں جس کا تسلی بخش جواب مجھے معلوم نہیں،اللہ سے دعا ہے یہ جواب مجھے آپ کی طرف سے ملے۔

سوال یہ ہے کہ کیا رزق صرف مال تک محدود ہے یعنی ہر وہ چیز جس کا شرعی سبب سے مالک بننا ممکن ہے؟ یا نقد، منقول اور غیر منقول مال، سب رزق کا حصہ ہے، کیا یہی رزق کی تمام اقسام ہیں؟

مثال کے طور پر نیک بیوی، صحت، کامیابی، نیک اولاد بھی رزق میں شامل ہے؟

اللہ آپ کو جزائے خیر دے

محمد الحارثی

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رزق ہر وہ چیز ہے جس سے نوازا جاتا ہے:

1۔ لسان العرب میں آیا ہے: [رزق عطاء ہے، یہ مصدر ہے جیسے آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس کو رزق دیا۔۔۔ بارش کو بھی رزق کا نام دیا جاتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے، ﴿ **وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن رِّزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا** ﴾ **"اور اللہ نے آسمان سے جو رزق اتارا جس سے بنجر زمین کو آباد کیا"** (الجاثیہ: 5)، اور اللہ تعالی نے فرمایا، ﴿ **وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ** ﴾ **"اور تمہارا رزق آسمان میں ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے"** (الذاریات: 22)۔ مجاہد نے کہا کہ یہ بارش ہے اور یہ لغت کی وسعت ہے۔۔۔ اور ارزاق الجند "سپاہیوں کی اجرت"، ارتزقوا اور الرزقة فتح کے ساتھ ایک بار، جمع الرزقات "سپاہیوں کے کھانے"، ارتزق الجند انہوں نے اپنا رزق لے لیا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے، ﴿ **وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ** ﴾ **"اور تم اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھرو"** (الواقعہ: 82)، یعنی اپنے رزق کے شکر کو جیسا کہ کہاوت ہے، مطرنا بنوء الثريا "ثریا (ستارہ) ڈوبنے پر بارش ہوئی" (یعنی بڑی مشکل سے بارش ہوئی) ۔ یہ اس اللہ سبحانہ وتعالی کے اس قول کی طرح ہے، ﴿ **وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ** ﴾ **"اور گاؤں سے پوچھو"** (سورۃ یوسف: 82)، یعنی گاؤں والوں سے پوچھو۔ اسی طرح رزق الامير جنده "امیر نے اپنے سپاہیوں کو رزق دیا" (اجرت یا معاوضہ دیا)، انہوں نے معاوضہ لیا، یہ بھی کہا جاتا ہے رزق الجند رزقةً "سپاہیوں نے ایک معاوضہ لیا" یعنی صرف ایک، روزقوا رزقتين "دو اجرتیں لیا"، یعنی دو مرتبہ۔ ابن بری۔۔۔]

2۔ القاموس المحیط میں ہے کہ: الرزق بالكسر "رزق کسرہ (زیر) کے ساتھ" جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، جیسے مرتزق (اجرتی)، مطر (بارش) جمع ارزاق، اور فتح کے ساتھ مصدر حقیقی ایک مرتبہ کے لیے "ة" کے ساتھ، جمع رزقات ت متحرکہ کے ساتھ اور یہ سپاہیوں کی اجرت۔ رزقه الله "اللہ نے اس کو رزق دیا" یعنی اللہ نے

اس تک رزق پہنچایا، فلاں نے اس کا شکر کیا۔ یہ اسی طرح ہے ﴿وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ﴾ **"اور تم اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھرو"**(الواقعہ:82)۔

3۔ الصحاح فی اللغۃ میں آیا ہے: [الرِزْقُ: ما يُنْتَفَعُ به والجمع الأَرْزاقُ "رزق: جس سے فائدا اٹھایا جاتا ہے جمع ارزاق ہے"۔ الرزق عطاء، یہ اس قول کا مصدر ہے رزقه الله "اللہ نے اس کو رزق دیا"۔ الرزقة فتح کے ساتھ ایک ہی مرتبہ، جمع رزقات، یہ سپاہیوں کی اجرت ہے۔ ارتزق الجند یعنی انہوں نے اپنا رزق لے لیا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ﴾ **"اور تم اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھرو"**(الواقعہ:82) یعنی اپنے رزق کے شکر کو (جھٹلاتے ہو)۔ یہ اللہ کے اس فرمان کی طرح ہے، ﴿وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ﴾ **"اور گاؤں سے پوچھو"**(سورۃ یوسف:82)، یعنی گاؤں والوں سے پوچھو۔ بعض دفعہ بارش کو رزق کہا جاتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن رِّزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾ **"اور اللہ نے آسمان سے جو رزق اتارا جس سے بنجر زمین کو آباد کیا"**(الجاثیہ:5)۔ اسی طرح اللہ نے فرمایا: ﴿ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴾ **"اور تمہارا رزق آسمان میں ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے"**(الذاریات:22)، یہ لغت کی وسعت ہے]

4۔ اور رزق کے بارے میں الکراسۃ میں آیا ہے: [جہاں تک رزق کے مسئلے کا تعلق ہے تو بہت ساری قطعی الدلالہ آیات ہیں جن سے اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا کہ جو شخص قرآن پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات پر بھی ایمان رکھے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ رزق کا مسئلہ قدر کے مسئلے سے جدا ہے، قدر یہ ہے کہ اللہ فلاں امر کو اس کے واقع ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے اس لیے اس کو لکھا اور مقدر کیا، جبکہ رزق صرف یہ نہیں کہ اللہ صرف جانتا ہے کہ فلاں کو رزق ملے گا، جس کو لکھ دیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یعنی رزق کے قدر ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ رزاق (رزق دینے والا) اللہ ہے بندہ نہیں، اسی پر آیات دلالت کرتی ہیں: ﴿لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًاۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ **"ہم تم سے رزق کا سوال نہیں کرتے تمہیں ہم رزق دیتے ہیں"**(سورۃ طہ:132)، اور فرمایا ﴿وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُ حَلَٰلًا طَيِّبًاۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِىٓ

أَنتُم بِهِۦ مُؤْمِنُونَ﴾ "اور اللہ نے تمہیں جو پاک اور حلال رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ"(سورۃ المائدۃ:88)۔اسی طرح﴿اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ﴾"اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے وہی طاقتور غالب ہے"(سورۃ الشوریٰ:19)۔۔۔]

5- مال کے علاوہ جن چیزوں کا آپ نے ذکر کیا ہے: جیسے نیک اولاد، صحت وعافیت اور وہ سب جو اس دائرے میں داخل ہیں جو انسان پر حاوی ہے، یہ اختیار عمل نہیں قضاء ہے، اس میں رزق اور وہ تمام افعال شامل ہیں جو آپ کے اختیار کے بغیر آپ پر واقع ہوتے ہیں۔۔۔الکراسہ میں قضاء وقدر کے موضوع میں (الرأي الصواب في مسألة أفعال العباد) "بندوں کے افعال کے مسئلے میں درست رائے" کے عنوان سے یہ آیا ہے:

[بندوں کے افعال کے حوالے سے اس مسئلے میں درست رائے یہ ہے کہ انسان دو دائروں میں زندگی گزارتا ہے: ایک دائرہ جس پر انسان حاوی ہے، یہ وہ دائرہ ہے جو اس کے تصرفات کے ضمن میں آتا ہے اس کے اندر وہ اپنے اختیار سے اپنے افعال کو انجام دیتا ہے، دوسرا دائرہ اس پر حاوی ہے یہ وہ دائرہ ہے اس میں جتنے افعال اس سے صادر ہوتے ہیں یا اس پر واقع ہوتے ہیں ان میں اس کا کوئی اختیار نہیں، اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم جو نظام کائنات کا تقاضا ہے، دوسری قسم وہ افعال ہیں جو اس کی طاقت سے باہر ہیں، ان میں اس کا اختیار نہیں مگر وہ نظام کائنات کا تقاضا بھی نہیں۔ جو نظام کائنات کا تقاضا ہیں ان میں وہ نظام کائنات کے مطابق اس کے ساتھ جبراً چلتا ہے، کیونکہ وہ کائنات اور حیات کے ساتھ ایک مخصوص نظام کے مطابق چلتا ہے اور اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا، اس لیے اس دائرے میں اعمال اس کے ارادے کے بغیر واقع ہوتے ہیں اس میں وہ چلایا جاتا ہے اس کا کوئی اختیار نہیں۔۔۔

وہ تمام افعال جو اس دائرے میں آتے ہیں جو انسان پر حاوی ہے ان کو قضاء کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ صرف اللہ کا فیصلہ ہیں، اس لیے ان افعال پر بندے کا محاسبہ نہیں ہو گا چاہے ان میں انسان کے لیے جتنا بھی نفع یا نقصان، پسند یا ناپسند ہو، یعنی انسان کی تفسیر کے مطابق ان میں جتنا بھی خیر یا شر ہو، اس پر انسان کا کوئی اثر نہیں، نہ انسان ان کے بارے میں

جانتا ہے، نہ ہی ان کاموں کے ہونے کے بارے میں، انسان نہ مطلقاًان کو کر سکتا ہے نہ ترک کر سکتا ہے، انسان پر لازم ہے کہ وہ اس قضاء پر ایمان رکھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔۔۔] ختم شد۔

امید ہے یہ کافی ہو گا اور اللہ ہی زیادہ علم اور حکمت والا ہے۔

آپ کا بھائی

عطاء بن خلیل ابوالرشتہ

11 صفر 1444 ہجری

بمطابق 7 ستمبر 2022

امیر حزب التحریر

فہرست

سوال وجواب: عقل یا ادراک یا فکر

(عربی سے ترجمہ)

عطمانی عطمانی عطمانی کیلئے

سوال:

السلام علیکم ہمارے محترم شیخ، طریقہِ تفکیر میں سابقہ آراءاور سابقہ معلومات کے درمیان کیا فرق ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ فکر یا ادراک یا عقل چار اجزاء سے ہی تکمیل پاتے ہیں، یعنی حقیقت، حقیقت کا احساس، سابقہ معلومات اور ان کے درمیان ربط بنانے کے قابل دماغ، تو حقیقت کی تشریح کے مطابق سابقہ آراءاور سابقہ معلومات کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

1- جیسا کہ سوال میں آیا ہے، عقل یا ادراک یا فکر؛ ایسی سابقہ معلومات کی موجودگی میں، جو حقیقت کی تشریح کرتی ہوں، حقیقت کے احساس کو حواس کے ذریعے دماغ تک منتقل کرنا ہے، یعنی فکری عمل ان چار عناصر کے بغیر تکمیل نہیں پاتا: حقیقت، حقیقت کا احساس (حواس)، ربط قائم کرنے کے قابل دماغ، حقیقت کے بارے میں سابقہ معلومات جن کا حقیقت سے تعلق ہو۔

2- انسانوں میں تفکیر (سوچنے کا عمل) پیدا کرنے کے لیے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایسی سابقہ معلومات دے کر نوازا، جو زمین پر پیش آنے والے زیر غور واقعات پر سوچنے میں تشریح کا کام دیں۔ اسلامی شخصیت جلد 3 میں ہے:

[جہاں تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول ہے ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾ **"اور (اللہ نے) حضرت آدم علیہ السلام کو سارے کے سارے نام سکھادیے"** (البقرۃ: 31)۔ "تو یہاں اشیاء کے ناموں سے مراد زبانیں نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اشیاء کی حقیقتیں اور خصوصیات سکھائیں، یعنی انہیں ایسی معلومات عطاء کیں جنہیں وہ چیزوں پر حکم لگانے کیلئے استعمال کریں، کیونکہ محض حقیقت کا احساس حقیقت پر حکم لگانے اور اس حقیقت کا ادراک حاصل کرنے کے لیے ناکافی ہے، بلکہ اس کیلئے سابقہ معلومات بھی ضروری ہوتی ہیں، جن کے ذریعے سے اس حقیقت کی تشریح ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو نام سکھائے یعنی اشیاء کے نام سکھائے۔ چنانچہ انہیں وہ معلومات عطا کیں جن کے ذریعے وہ ان اشیاء پر حکم لگا سکیں جن اشیاء کو وہ محسوس کر سکتے ہیں۔۔۔] اختتام

3- یہی وجہ ہے کہ افکار اُبھرے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو سابقہ معلومات دیں، اس سے اُنہوں نے تفکیر یا سوچنے کا عمل انجام دیا اور اس کو باقی دو عناصر (دماغ اور حواس) کی موجودگی میں حقیقت کو سمجھنے کیلئے استعمال کیا، تب سے اس کا تسلسل قائم ہے۔ ان کے بعد انسانی زندگی فکر کے وسیع میدانوں کو کھولتی رہی۔ یوں عقل کی بنیاد پر انسان کے پہلے فکری عمل کی کیفیت کا صحیح ادراک اسے حتمی طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان تک پہنچادیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفریہ تحریکیں جو خالق کے وجود کی منکر ہیں، عقل یا فکر کی تعریف اس طرح ہی کرتی ہیں کہ وہ معلوماتِ سابقہ کا انکار کر دیتی ہیں! ۔ باجودیکہ حقیقت کے بارے میں فکر، ایسی سابقہ معلومات کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوسکتی جو حقیقت کی وضاحت کرتی ہیں، اور یہ معلوم بالضرورہ ہے، لیکن کفریہ تحریکات، جیسے کیمونسٹ، سابقہ معلومات کا انکار اس لیے کرتی ہیں تا کہ سابقہ معلومات ان کو خالق پر ایمان کی طرف کھینچ کے نہ لے جائیں، وہ خالق جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سابقہ معلومات دے کر نوازا تھا، جس کی بنا پر وہ اس کائنات میں پہلا فکری عمل قائم کر سکے جس کے بعد فکری عمل کا سلسلہ چل پڑا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دماغ موجود ہونے کے باجود سابقہ معلومات کی موجودگی کے بغیر حقیقت کا محض

احساس کسی فکر کا نتیجہ نہیں دیتا، یعنی وہ معلومات جو حقیقت کی تشریح کرتی ہیں، اور جسے موضوع فکر بنایا گیا ہے، کیونکہ حقیقت کا احساس چاہے دس لاکھ احساسات کے ساتھ ہو اور خواہ وہ کسی بھی نوعیت کے ہوں، ان سے فقط احساس ہی حاصل ہوتا ہے، مطلقاً کوئی فکر وجود نہیں پاتی۔ انسان کے پاس فکر تک پہنچنے کے لیے سابقہ معلومات کا پایا جانا ضروری ہے، جس کے ذریعے محسوس شدہ حقیقت کی تشریح ہوتی ہے، یوں فکر وجود میں آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افکار کا تسلسل بالخصوص پہلی فکر کا تسلسل اللہ تعالیٰ پر ایمان کی طرف لے جاتا ہے، جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سابقہ معلومات عطا کیں۔

4- یہ بات تو تھی سابقہ معلومات سے متعلق، جہاں تک سابقہ آرا کا تعلق ہے تو وہ حقیقت سے متعلق احکامات ہوتے ہیں، جنہیں انسان اس سے پہلے صادر کر چکا ہے، یعنی انسان نے یا تو خود فکری عمل کر کے حقیقت پر حکم لگایا یا کسی اور سے سیکھ کر یا پڑھ کر وہ احکام حاصل کیے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ سابقہ آراء حقیقت کے بارے میں افکار ہیں۔

5- اس طرح سابقہ معلومات اور سابقہ آرا کے درمیان فرق کو اجمالی طور پر دو بنیادی فَرقوں میں بیان کیا جا سکتا ہے:

پہلا: انسان کے پاس موجود سابقہ آراء دراصل اس کے سابقہ افکار ہی ہیں، جو زیر بحث حقیقت کے بارے میں، کلی یا جزوی، احکامات ہیں، جبکہ سابقہ معلومات وہ ہیں جن کے ذریعے حقیقت کی تشریح ممکن ہوتی ہے، ان کے ذریعے حقیقت پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا، تو سابقہ معلومات صرف تفسیر و تشریح اور سمجھنے کا کام دیتی ہیں اور یہ معلومات تفکیر کے عوامل میں سے ایک عامل ہیں، جن کے بغیر تفکیر یا سوچ کا عمل ممکن ہی نہیں۔

دوسرا: سابقہ رائے اس ہی حقیقت کے بارے میں سابقہ حکم ہوتا ہے، جس حقیقت پر اس لیے سوچا جا رہا ہے تا کہ سوچنے والے کی نظر میں درست حکم قائم ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ رائے کو فکری عمل میں استعمال کرنا درست نہیں۔ فکری عمل میں صرف معلومات کو استعمال کیا جاتا ہے، اس عمل میں کسی سابقہ رائے کا گزر یا عمل دخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر سابقہ رائے کو استعمال میں لایا جائے تو یہ ادراک میں غلطی کا سبب بن سکتا ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ

سابقہ معلومات پر غلبہ پاکر اس کی غلط تعبیر و تشریح کر دے، یوں حقیقت کے ادراک میں غلطی واقع ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے سابقہ رائے اور سابقہ معلومات کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ نیز یہ کہ فکری عمل میں صرف معلومات استعمال کیں جائیں، اور جس حقیقت پر تحقیق کرنا مطلوب ہے، اس کے بارے میں سابقہ رائے کو مد نظر رکھنے سے کلی اجتناب کیا جائے۔ کتاب "التفکیر" (Thinking) کے صفحہ 21 تا 23 (عربی) میں آیا ہے: "(سوچنے کے) عقلی طریقۂ تفکیر کی تعریف کے حوالے سے بات یہ ہے کہ کسی حقیقت کے بارے میں موجود سابقہ آراء اور اس حقیقت سے متعلق یا اس کے بارے میں سابقہ معلومات کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے۔ پس عقلی طریقۂ تفکیر میں حقیقت کے بارے میں سابقہ رائے یا آرا کا عدم وجود ضروری ہے بلکہ ضروری یہ ہے کہ اس کے بارے میں یا اس سے متعلق سابقہ معلومات موجود ہوں۔ چنانچہ جس کا وجود ناگزیر ہونا چاہیے وہ سابقہ معلومات ہیں نہ کہ رائے۔۔۔"۔

6- ذیل میں دو مثالیں دی گئی ہیں جن سے مذکورہ بالا باتوں کی وضاحت ہو جاتی ہے:

ا۔ آپ کسی انسان کو سریانی زبان کی کوئی کتاب دیں، جبکہ اس کے پاس کوئی بھی ایسی معلومات نہیں جن کا سریانی زبان کے ساتھ کوئی تعلق ہو، پھر ہم یہ کریں کہ اس کو بار بار سریانی زبان کی لکھائی کا احساس، دکھا کر اور چھو کر کرائیں، پھر ہم یہ احساس دس لاکھ مرتبہ دہرائیں، تو وہ ایک لفظ بھی نہیں سمجھ پائے گا۔ البتہ اس کو سریانی زبان کے بارے میں معلومات دے کر ہی وہ سریانی زبان کو سمجھ سکتا ہے، تب ہی وہ اس زبان میں سوچ سکتا ہے اور اس کے ذریعے ادراک کر سکتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بات صرف زبانوں کے ساتھ خاص ہے، جن کو انسان بناتے ہیں اس لیے زبانوں کو سمجھنے کے لیے زبانوں کے بارے میں معلومات کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ موضوع عقلی عمل ہے، اور ذہن کا یہ عقلی عمل خواہ کسی حکم لگانے کے دوران ہو رہا ہو یا کسی دلالت یا حقیقت کو سمجھنے میں جاری ہو، ہر جگہ ایک ہی عقلی عمل ہوتا ہے۔

ب- جب آپ درست رائے تک رسائی کے لیے کسی سیاسی مسئلہ پر بحث کرنا چاہیں، مثلاً فرض کریں کہ ترکی کا لیبیا کی صورتحال میں مداخلت کرنے، زرخرید قاتل جنگجو بھیجنے، السراج اور وفاقی حکومت کے ساتھ اسلحہ اور انٹیلی جنس

معلومات کی فراہمی کے ذریعے تعاون کرنے کے مسئلے پر بحث درکار ہے، اور اس حوالے سے ایک اور رائے بھی موجود ہے کہ اردوگان کا وفاقی حکومت کی افواج کی حمایت کرنا مسلمانوں کی محبت اور لیبیا کے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کی وجہ سے ہے اور یہ کہ اردوگان مسلح اسلامی تحریکوں کی حمایت کرتا ہے اور انہیں سپورٹ کرتا ہے وغیرہ۔ تو یہ رائے اس مسئلہ پر ایک حکم یا فیصلہ ہے، جس مسئلہ پر آپ بحث کرنا چاہتے ہیں، یہ صرف ایک سابقہ معلومات نہیں۔ اب صحیح طور پر اس مسئلہ پر بحث آپ سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ آپ اس سابقہ رائے سے مکمل بے تعلق ہو کر زیر بحث مسئلہ پر سوچیں، اور اس کا دستیاب سیاسی دلائل کی روشنی میں مطالعہ کریں، لیکن یہ مطالعہ معروضی ہونا چاہیے، یوں آپ اس مسئلہ کے حوالے سے درست رائے تک پہنچ جائیں گے۔

امید ہے کہ یہ وضاحت کافی ہوگی، اللہ ہی سب سے دانا اور بہترین علم والا ہے۔

آپ کا بھائی

عطاء بن خلیل ابوالرشتہ

4 رمضان 1442ھ

16 اپریل 2021ء

فہرست

سوال کا جواب: پاکستان، افغانستان اور ایران کے درمیان کا خطہ: بلوچستان

(عربی سے ترجمہ)

سوال:

دار الہلال نے 14 ستمبر 2024ء کو شائع کیا: "پاکستانی پولیس نے آج، بروز ہفتہ کو اعلان کیا کہ ملک کے جنوب مغرب میں صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ شہر میں ایک پولیس بس کے قریب ہونے والے دھماکے میں اس کے کم از کم دو اہلکار ہلاک ہو گئے ہیں..."اس سے قبل پاکستان میں عسکریت پسندوں کی جانب سے کئی دہائیوں سے جاری نسلی بغاوت کے طور پر برسوں میں سب سے بڑے پیمانے پر حملے ہوئے تھے، جن میں متعدد حملوں میں 73 سے زائد افراد ہلاک ہوئے تھے۔ بلوچستان لبریشن آرمی (Balochistan Liberation Army) نے صحافیوں کو ای میل کے ذریعے بھیجے گئے ایک بیان میں ان حملوں کی ذمہ داری قبول کی ہے (الحرہ، 2024/8/27)۔ لہٰذا بلوچستان میں ان حملوں میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے؟ کیا برطانیہ فوج کے لیے مسائل پیدا کرنے میں ملوث ہے؟ کیا خود امریکہ مقبوضہ کشمیر اور بھارت سے فوج کا دھیان ہٹانے کے لیے مشکلات پیدا کر رہا ہے؟ کیا اس میں بھارت بھی شامل ہے؟ اور کیا اس میں چین کا بھی کوئی کردار ہے؟

جواب:

مندرجہ بالا سوالات کے جواب کو واضح کرنے کے لئے، ہم مندرجہ ذیل امور کا جائزہ لیں گے:

اول: بلوچستان کا علاقہ پاکستان، افغانستان اور ایران کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ یہ جنوب مغربی پاکستان میں واقع ہے، جسے پاکستانی صوبہ بلوچستان کے نام سے جانا جاتا ہے، جس کا دارالحکومت کوئٹہ شہر ہے، اور جنوب مشرقی ایران میں، جسے صوبہ سیستان-بلوچستان کے نام سے جانا جاتا ہے، جس کا دارالحکومت زاہدان شہر ہے۔ اور یہ جنوبی افغانستان میں 100 کلومیٹر سے زیادہ پھیلا ہوا ہے اور اس میں جنوبی صوبوں نمروز، ہلمند اور قندھار کے کچھ حصے شامل ہیں۔ آبادی کے لحاظ سے بلوچستان کا پاکستانی حصہ سب سے اہم حصہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہاں تقریباً 20 ملین بلوچ اور پشتون آباد ہیں اور اس کا رقبہ پاکستان کا تقریباً 44 فیصد ہے اور پاکستان کی تقریباً 240 ملین آبادی کا تقریباً 6 فیصد اس میں رہتا ہے۔ یہ قدرتی وسائل بالخصوص گیس اور معدنیات کے لحاظ سے پاکستان کے مالا مال علاقوں میں سے ایک ہے۔ بلوچستان کو تانبے اور سونے کے لئے دنیا کے سب سے بڑے مقامات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر کینیڈین کان کنی کمپنی بیرک گولڈ (Barrick Gold) بلوچستان میں واقع ریکوڈک کان کے تقریباً 50 فیصد کے مالک ہیں۔ بلوچستان پاک چین اقتصادی راہداری منصوبے کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے، چائنا بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو (Chinese Belt and Road Initiative) کے تحت، جسے بحیرہ عرب تک پہنچنے کے لیے چین مالی اعانت فراہم کرتا ہے جہاں گوادر کی بندرگاہ خلیج عمان کے قریب واقع ہے۔ اس کے علاوہ چین گوادر میں ایک بین الاقوامی ہوائی اڈہ تعمیر کر رہا ہے۔ لہٰذا بلوچستان کا خطہ پاکستان میں بہت اہمیت حاصل کر رہا ہے۔ جہاں تک ایرانی حصے کی بات ہے تو اس میں تقریباً 3 ملین افراد آباد ہیں جبکہ افغان حصے میں بلوچوں کی تعداد کا تخمینہ ایک ملین سے بھی کم ہے۔ ان تینوں ممالک میں بلوچستان کے تقریباً سبھی لوگ سنی مسلمان ہیں۔ ان علاقوں میں اسلام 23 ہجری کے اوائل میں خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں داخل ہوا۔ سندھ کی ہندو سلطنت کی وجہ سے اس میں بدامنی کے بعد، خلافت نے خلیفہ معاویہ کے دور میں اس پر دوبارہ کنٹرول حاصل کر لیا، جس نے اسے دوبارہ فتح کیا۔ اموی خلیفہ عبدالمالک بن مروان نے اسے سندھ کی فتح کا نقطہ آغاز بنایا۔

دوم: پاکستان کے بلوچستان کے علاقے میں بہت سے علیحدگی پسند گروہ قوم پرست رجحانات کے حامل ہیں، جو 1960 کی دہائی کے اواخر سے پاکستانی فوج کے خلاف گوریلا جنگ لڑ رہے ہیں۔ ان گروہوں میں سب سے مشہور اور

سب سے بڑا گروپ "بلوچستان لبریشن آرمی" (Balochistan Liberation Army) ہے، جس کی بنیاد 2000ء میں رکھی گئی تھی۔ یہ گروپ مقامی طور پر ایک اور بڑے گروپ کے ساتھ اتحادی ہے، ان گروہوں میں سب سے قدیم، بلوچ لبریشن فرنٹ (Baloch Liberation Front)، جس کی بنیاد 1964ء میں رکھی گئی تھی اور اس نے پاکستانی فوج کے خلاف گوریلا جنگ لڑی تھی۔ اس نے ایران کے اندر ایرانی فوج کے خلاف کارروائیوں میں بھی حصہ لیا۔ دوسرے گروپ بھی ہیں جو کم اہمیت کے حامل ہیں۔ جیسا کہ ہمیشہ کی طرح مسلح تنظیموں کے لیے ہوتا ہے کہ انہیں خود کے لئے رقوم اور اسلحہ کی اشد ضرورت ہوتی ہے، اسی لیے بلوچستان میں علیحدگی پسند گروپوں نے بھی جلد ہی خود کو مختلف انٹیلی جنس ایجنسیوں کا نشانہ بنالیا۔ 1979ء میں افغانستان پر سوویت یونین کے قبضے اور پاکستان کو سوویت یونین کے خلاف مجاہدین کے اڈے میں تبدیل کرنے کے ساتھ، ماسکو نے پاکستان کے خلاف بلوچستان میں علیحدگی پسند گروہوں کی حمایت شروع کردی۔ 1979ء میں ایران میں خمینی انقلاب کی کامیابی اور اس کے بعد ایران عراق جنگ شروع ہونے کے بعد، عراقی حکومت نے ایران میں فوجی کارروائی کے لیے ان گروہوں، "بلوچستان لبریشن آرمی" (Balochistan Liberation Army) کی حمایت کرنا شروع کر دی، اسی طرح بھارت نے بھی کیا، جس نے کشمیر میں پاکستان کے ساتھ اپنی جنگوں کے پس منظر میں بلوچستان میں ان گروہوں کی حمایت کی۔ جبکہ امریکہ چاہتا تھا کہ بھارت چین کے خلاف اپنے محور کا ایک ستون بن جائے تو دونوں فریقوں، یعنی بھارت اور امریکہ نے بلوچستان میں ان گروہوں کی حمایت شروع کر دی جس کا مقصد پاکستانی فوج کو اندرونی لڑائیوں کے ذریعے وہاں پر مشغول کرنا اور اسے بھارت کی سرحدوں اور اس کے جموں و کشمیر پر کنٹرول سے دور کرنا شامل تھا۔

سوم: یہ وہ سیاسی حقائق ہیں جو بلوچستان میں مسلح گروہوں یا دھڑوں کی طرف سے پاکستانی فوج کے خلاف کیے جانے والے حملوں اور گوریلا جنگ کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہیں۔ گزشتہ دہائیوں میں ہونے والے ان حملوں اور ان میں تیزی کا جائزہ لینے سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

1-افغانستان پر امریکی قبضے سے پہلے پاکستانی حکومتیں ان گروہوں کے ساتھ رابطے میں تھیں اور ان کے ساتھ امن معاہدے طے پائے تھے۔ نوے کی دہائی نسبتاً پر سکون دور تھا، لیکن 2003ء کے بعد سے ان گروہوں، خاص طور پر بلوچستان لبریشن آرمی کے حملوں میں خاصا اضافہ ہو گیا تھا۔ پاکستان نے 2006ء میں بلوچستان میں علیحدگی پسند رہنما نواب اکبر بگٹی کو ہلاک کر دیا تھا جس کے بعد مزید حالات کشیدہ ہو گئے تھے۔

2-25 اگست اور 26 اگست 2024ء کو، پاکستان نے برسوں بعد کافی بڑے حملوں کا مشاہدہ کیا جو بلوچستان لبریشن آرمی کی طرف سے کئے گئے تھے، جن میں بلوچستان میں ایک شاہراہ پر پولیس اسٹیشنوں، ریلوے لائنوں اور گاڑیوں کو نشانہ بناتے ہوئے تقریباً 73 افراد ہلاک ہوئے۔ سب سے زیادہ پر تشدد حملے پیر، 26 اگست 2024ء کو ضلع موسیٰ میں بلوچستان اور پنجاب کے صوبوں کو ملانے والی ایک شاہراہ پر ہوئے، جہاں مقامی ذرائع کے مطابق، مسلح افراد نے بسوں اور ٹرکوں کو روکا اور 23 پنجابی مزدوروں کو ان کی شناخت کی تصدیق کرنے کے بعد گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ پاکستانی فوج نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ اس نے بلوچستان میں 21 علیحدگی پسند عسکریت پسندوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اسلام آباد میں قائم پاکستان انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز (Pakistan Institute for Peace Studies) کے اعداد و شمار کے مطابق 2023ء میں تقریباً 110 حملے ہوئے تھے اور 2024ء کے صرف ابتدائی مہینوں میں ہی تقریباً 62 حملے ہو چکے تھے۔ (الجزیرہ، 2024/8/26)

3-پاکستانی پولیس نے آج، ہفتے کے روز، ملک کے جنوب مغرب میں صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ شہر میں ایک پولیس بس کے قریب ہونے والے ایک دھماکے میں اپنے کم از کم دو اہلکاروں کی ہلاکت کا اعلان کیا تھا۔ جبکہ ابتدائی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دھماکہ سڑک کے کنارے نصب بارودی مواد کے پھٹنے سے ہوا تھا (دار الہلال، 14 ستمبر، 2024)۔

چہارم: پاکستانی فوج اور پولیس کو نشانہ بنانے کے علاوہ، ان گروہوں نے پاکستان میں چین اقتصادی راہداری منصوبے کے اندر خاص طور پر چینی لوگوں اور چینی پراجیکٹس کو بھی نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ ان حملوں کا جائزہ اس طرح لیا جا سکتا ہے:

1- بلوچستان میں چین کے زیرِ انتظام کئی بڑے منصوبے ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں داسو ہائیڈرو الیکٹرک ڈیم (Dasu Hydroelectric Dam) کی تعمیر کے مقام پر کام کرنے والے پانچ چینی انجینئرز اور ان کا پاکستانی ڈرائیور ایک خودکش بم دھماکے میں ہلاک ہو گئے تھے جس میں ان کی گاڑی کو نشانہ بنایا گیا تھا (الحرہ، 27 اگست، 2024)۔

2- ایک خودکش بمبار نے ان کے قافلے پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں چھ افراد ہلاک ہو گئے۔ ایک ہفتے کے اندر پاکستان میں چینی مفادات کو نشانہ بنانے والا یہ تیسرا بڑا حملہ تھا۔ اس سے قبل ہونے والے دو دھماکوں میں ملک کے جنوب مغرب میں واقع صوبہ بلوچستان میں ایک ایئر بیس اور اسٹریٹجک بندرگاہ کو نشانہ بنایا گیا تھا جہاں چین انفراسٹرکچر منصوبوں پر اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کر رہا ہے (الشرق الاوسط، 26 مارچ، 2024)۔

3- بلوچستان لبریشن آرمی میں مجید بریگیڈ بھی شامل ہے، جو "خودکش" کارروائیاں کرتی ہے۔ اس کے سب سے نمایاں حملوں میں سے ایک "خودکش" بم دھماکہ وہ تھا جس میں اپریل 2022ء میں صوبہ سندھ میں کراچی یونیورسٹی میں ایک چینی انسٹی ٹیوٹ کو نشانہ بنایا گیا تھا (الجزیرہ نیٹ، 2024/2/1)۔

4- یہ حملے بالتواتر یوں ہیں: اگست 2018ء میں چینی انجینئرز کا قتل (رائٹرز، 2018/8/11)، نومبر 2018 میں کراچی میں چینی قونصل خانے پر حملہ (اسکائی نیوز عربیہ، 2018/11/23)، اور مئی 2019ء میں اُس لگژری ہوٹل پر حملہ جہاں چینی لوگ عام طور پر بلوچستان کے شہر گوادر میں آکر ٹھہرتے ہیں (الحرہ، 2019/5/12) اور جہاں چین کی جانب سے تعمیر کردہ مشہور بندرگاہ واقع ہے۔

5- یہ علیحدگی پسند، بلوچستان میں چینی مفادات اور چینی کارکنوں کو بھی نشانہ بناتے ہیں۔ حال ہی میں 13 اگست، 2024ء کو انہوں نے چینی انجینئرز کو گوادر پورٹ لے جانے والے قافلے پر حملہ کیا، جیسا کہ اس سے قبل بھی مختلف واقعات میں ہوا تھا، جس میں پاک چین اقتصادی راہداری منصوبے پر کام کرنے والے چینی ماہرین تعلیم، جسے چینی بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو(the Chinese Belt and Road Initiative)کے ستونوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے، ہلاک ہو گئے تھے۔ جس پر پاکستان کے وزیر اعظم شہباز شریف نے کہا تھا کہ "عسکریت پسند اسلام آباد اور بیجنگ کے درمیان خلیج پیدا کرنا چاہتے ہیں" (رائٹرز)۔ "ان حملوں کا مقصد پاک چین اقتصادی راہداری کو نقصان پہنچانا ہے"(العربی، 2024/8/30)۔

<u>پانچواں: وہ فریق جو چین کے مفادات اور پاکستانی فوج کے خلاف ان حملوں کی ہدایات دیتے ہیں، تو وہ بھارت ہے اور بھارت کی پشت پناہی پر امریکہ کھڑا ہے:</u>

1- جہاں تک پاکستانی فوج پر ہونے والے ان حملوں میں بھارت کی دلچسپی کا تعلق ہے تو مندرجہ ذیل امور میں اس کا ذکر کیا جاسکتا ہے:

(ا) 2018ء میں دی نیوز انٹرنیشنل(The News International)اخبار نے سکیورٹی رپورٹس کا حوالہ دیا تھا کہ بھارت نے بلوچستان میں بدامنی پیدا کرکے اقتصادی راہداری کو نشانہ بنانے کے لیے 50 ارب روپے یعنی 261 ملین ڈالر سے زائد مختص کیے ہیں (الجزیرہ نیٹ، 2022/5/15)۔

(ب) پاکستانی آرمی چیف جنرل راحیل شریف اور بلوچستان کے وزیر اعلیٰ کے علاوہ چیئرمین سینیٹ رضا ربانی نے "اس معاملے میں بھارتی انٹیلی جنس کے ملوث ہونے کا الزام لگایا"۔ راحیل شریف نے اشارہ دیا کہ بھارت بلوچستان میں چین کی جانب سے شروع کیے گئے 46 ارب ڈالر کے بڑے اقتصادی منصوبوں

کو سبوتاژ کرنا چاہتا ہے اور کیونکہ نئی دہلی کو خدشہ ہے کہ اس سے اس کی معیشت پر منفی اثرات مرتب ہوں گے(Noon Post, 18/8/2016)

(ج) یہ گروپ 29 جون کو ملک کے اقتصادی دارالحکومت کراچی میں پاکستان اسٹاک ایکسچینج کو نشانہ بنانے والے خودکش حملے کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد آج دوبارہ سرخیوں میں آگیا ہے، جس میں سات افراد ہلاک ہوئے تھے۔ حملے کے فوری بعد پاکستان نے بھارت پر الزام عائد کیا کہ وہ اس کی منصوبہ بندی میں شامل تھا اور بلوچستان لبریشن آرمی اور دیگر تمام بلوچ علیحدگی پسند تحریکوں کی حمایت کر رہا ہے۔(العربي الجديد، 2020/7/12)

(د) گزشتہ سال 09 اپریل 2023ء کو پاکستان نے نام نہاد بلوچستان نیشنل آرمی (Balochistan National Army) کے رہنما اور بانی گلزار امام کو گرفتار کیا جو جنوری 2022ء میں قائم ہوئی تھی، اور جو بلوچستان اور پنجاب میں درجنوں حملوں کا ذمہ دار تھا۔ پاکستانی فوج کے میڈیا ونگ نے اعلان کیا کہ فوج کی مرکزی انٹیلی جنس ایجنسی نے کہا کہ "گلزار امام نے بھارت اور افغانستان کا دورہ کیا، اور دشمن انٹیلی جنس ایجنسیوں نے پاکستان اور اس کے قومی مفادات کے خلاف کام کرنے کے لئے ان کو اپنے عزائم کے تحت استعمال کرنے کی کوشش کی تھی"(الجزیرہ، 2023/9/12)

2-جہاں تک بلوچستان میں پاک آرمی پر حملوں میں امریکہ کی دلچسپی کا تعلق ہے تو یہ مندرجہ ذیل امور سے ظاہر ہو رہا ہے:

(ا) 2014ء سے لے کر آج تک بھارت پر مودی کی قیادت میں بھارتیہ جنتا پارٹی میں امریکی ایجنٹوں کی حکومت رہی ہے جو چین کے بارے میں امریکی پالیسی کو نافذ کرتی رہی ہے۔ لہٰذا بھارت نے چین کے خلاف جو کچھ بھی کیا ہے اور کر رہا ہے، وہ بھارتی آلۂ کاروں کے ذریعے امریکہ کے مفادات کو پورا کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔

(ب) پاکستان کی وزیر خارجہ حنا ربانی کھر نے امریکہ کو خبردار کیا کہ وہ ان کے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے امریکی کانگریس کی جانب سے بلوچستان کو حق خودارادیت دینے کی قرارداد کی منظوری کے بعد کیا۔ تاہم پاکستانی وزیر نے کہا کہ انہیں احساس ہے کہ یہ قرارداد امریکی حکومت کی سرکاری پالیسی کی عکاسی نہیں کرتی۔ (بی بی سی، 2012/2/20)

(ج) 2022ء میں، امریکہ نے بلوچستان میں پہلا پولیس انویسٹی گیشن اسکول تعمیر کرنے کے لئے بلوچستان حکومت کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کیے، جس نے امریکہ کو خطے میں قانونی انویسٹی گیشن، پولیس انویسٹی گیشن اور امن وامان کو فروغ دینے میں اہم کردار دے دیا ہے۔ یہ بلوچستان کے معاملات میں امریکی مداخلت کا آغاز تھا!

چھٹا: اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ بلوچستان میں ان علیحدگی پسند قوم پرست تحریکوں کو چین کے خلاف اپنی پالیسی کے حصے کے طور پر چینی مفادات کو خطرے میں ڈالنے کے لئے استعمال کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ وہ چین کا استحصال کر رہا ہے، اور اس کا چیلا بھارت، جو چین کے خلاف اپنے سرحدی تنازعات کی وجہ سے اور امریکی مفادات کی خدمت کرتے ہوئے، چینی مفادات پر بھی حملہ کرنے کا کام کر رہا ہے۔ یہ تمام امریکی اہداف آج سطح زمین پر حاصل ہو رہے ہیں کیونکہ پاکستانی فوج اپنے اندرونی علاقوں میں پھنس چکی ہے، جس کی پہنچ بھارت بالخصوص مقبوضہ جموں وکشمیر سے بہت دور ہو چکی ہے۔ اور پاکستانی فوج بلوچستان میں شورش کا مقابلہ کرنے اور علیحدگی پسند گروپوں کا پیچھا کرنے کے لیے مصروف عمل ہے، اور خطے میں تنازعہ میں اضافے کے نتیجے میں، پاکستانی حکومت نے بلوچ تنظیموں سے لڑنے کے لئے 80،000 فوجیوں کو تعینات کیا ہے (الجزیرہ نیٹ، 2024/2/1)۔ اور پاکستان کی جانب سے بھارت کے خلاف دیئے جانے والے رسمی معمول کے بیانات اور دھمکیاں بھی غائب ہو گئی ہیں اور ان کی جگہ "دہشت گردی" اور "باغیوں" کے خلاف دھمکیوں نے لے لی ہے... اس طرح بھارت کا محاذ پاکستان سے محفوظ ہو گیا ہے۔

چین کے ساتھ اس کی سرحد پر بھارت کی فوج تعینات کر دی گئی ہے اور وہاں جھڑپیں شروع ہو گئی ہیں، جو امریکہ چاہتا ہے کہ بھارت کے ساتھ تصادم کے ساتھ چینی علاقے پر قبضہ کر لیا جائے۔

ساتواں: جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے، تو بلوچستان کے اندر خلیج میں اس کی سرگرمیوں یا اس کے ایجنٹوں کی سرگرمیوں کے ثبوت نہ ہونے کے باوجود، سوائے اس کے کہ 2010ء میں بلوچستان لبریشن آرمی (Balochistan Liberation Army) کے اندر پھوٹ پڑی تھی جس کی قیادت مہران مری نے کی تھی، جس کے پاس برطانوی شہریت ہے اور اس نے یونائیٹڈ بلوچ آرمی (United Baloch Army) کی بنیاد رکھی "(الجزیرہ نیٹ، 2024/2/1)۔ اس سے بلوچستان میں علیحدگی پسند گروہوں کے اندر اثر و رسوخ پیدا کرنے کی اس کی کوششوں کا اشارہ مل سکتا ہے، لیکن اس کا اثر و رسوخ امریکہ اور بھارت کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ بھارت اور پاکستان میں برطانیہ کا اثر و رسوخ بہت کمزور ہو چکا ہے کہ اب یہاں امریکی ایجنٹ حکمرانی کرتے ہیں۔

آٹھواں: مندرجہ بالا امور سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے:

1- پاکستان میں برسرِ اقتدار حکومت کو چاہیے تھا کہ وہ بلوچستان کے معاملے کو جو اس کی اپنی سرزمین کا حصہ ہے، اس کے ساتھ شرعی لحاظ سے دیکھ بھال، عدل اور مہربانی سے پیش آتے اور بلوچستان کی زمینوں میں ملکیتِ عامہ کو بلوچ سمیت ریاست کے تمام رعایا کے لیے استعمال کرتے۔ تاہم، اس کے بجائے، حکومت نے اس مسئلے کو سکیورٹی کے مسئلے کے طور پر دیکھا، جس میں حکومت کی جانب سے قتل و غارت گری اور ان کی گرفتاریوں کے ذریعے نمٹا گیا، نہ کہ اچھی دیکھ بھال کے ساتھ جیسا کہ اسلام کا حکم ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»

"امام نگہبان ہوتا ہے اور اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)

2-اسی طرح بلوچستان میں مسلح تنظیموں کو اسلام کے دشمن، امریکہ اور بھارت کے ساتھ مل کر اپنے ہی ملک کے خلاف استحصال کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے تھی اور نہ ہی انہیں ریاست کی علیحدگی اور تقسیم کے لئے کام کرنا چاہئے تھا کیونکہ یہ اسلام میں ایک زیادہ اہم معاملہ ہے۔ اس کے مجرم کو کبیرہ گناہ کا مرتکب ٹھہرایا جائے گا کیونکہ مسلمان ایک امت ہیں جسے تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾

"یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے، اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو"

(سورۃ الانبیاء:92)

3- **تیسرا**، جو سب سے زیادہ سنگین اور تلخ معاملہ ہے، ایک طرف پاکستان میں برسر اقتدار حکومت کی امریکہ کے ساتھ وفاداری ہے، اور اس کے احکامات پر عمل درآمد ہو رہا ہے کہ وہ اپنی افواج کو کشمیر کو آزاد کرانے کی ہدایت کرنے کے بجائے اپنے اندرونی معاملات میں الجھا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف، بلوچستان میں علیحدگی پسند تنظیمیں کفار اور مشرکین سے مدد مانگ رہی ہیں... اور یہ سب اسلام میں حرام ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلا﴾

"اور اللہ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں ہرگز راہ (غلبہ) نہیں دے گا" (سورۃ النساء: 141)

4- پاکستان کے عوام کا حقیقی اتحاد اس وقت تک بحال نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسلام کے شرعی احکام پر عمل نہ کیا جائے، حقیقی اسلامی بھائی چارے کے تصور کو عام نہ کیا جائے اور گیس، معدنیات اور اسی طرح کی عوامی املاک کے منافع سے فائدہ اٹھانے کے لئے تمام مسلمانوں کے درمیان مساوات کے تصور کو لاگو نہ کیا جائے، اور جب تک کہ بلوچستان کے مسلمان عوام اور دیگر اسلامی لوگوں سے ناانصافی، غربت اور پسماندگی کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ اسلام نے قوم

پرستی کے جذبات کو مسترد کردیا ہے اور ان کی مکمل ممانعت کی گئی ہے اور مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا گیا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

"بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں سو اپنے بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"

(سورۃ الحجرات:10)

اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے اس بھائی چارے کو انہیں اپنی ایک ریاست خلافت راشدہ کے قیام کے لیے داعیانِ اسلام کے ساتھ مل کر کام کرنے کی ترغیب دینی چاہیے جو ان کے اتحاد کا منبع، ان کے فخر کا سرچشمہ اور ان کے بھائی چارے کا حقیقی احساس ہے۔اور یہ سب سے عظیم فتح مبین ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ* بِنَصْرِ اللهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾

"اور اس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے ☆ اللہ جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب نہایت رحم والا ہے"(سورۃ الروم:4،5)

14ربیع الاول1446ھ

بمطابق17ستمبر2024ء

فہرست

میڈیا پیغام:: تقریریں کرلینا اور تقریبات منعقد کرلینا غزہ کی مدد کے لئے کافی نہیں، اے علمائے کرام!

حزب التحریر کا مرکزی میڈیا آفس

جمعرات 26 ستمبر کو استنبول میں ایک عظیم الشان عوامی اجتماع کے دوران "امت کے علمائے کرام کی جانب سے طوفان الاقصیٰ کی حمایت کی مہم" کا آغاز ہوا، جس کا اہتمام طوفان الاقصیٰ آپریشن کے پہلے ہجری سال کی مناسبت سے کیا گیا تھا۔ اس تقریب میں بڑی تعداد میں مسلم علماء نے شرکت کی، جن میں سے کچھ ذاتی طور پر موجود تھے جبکہ دیگر نے ریکارڈ شدہ تقاریر کے ذریعے اپنا پیغام پہنچایا، اس کے علاوہ استنبول میں مقیم سینکڑوں ترک اور عرب برادری کے افراد بھی شامل تھے۔ شرکاء نے دو رکعت نماز ادا کی، دعائے قنوت نازلہ ادا کی گئی، اور دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اللہ سے اہل غزہ کی مدد اور محاصرے کے خاتمے کی دعا مانگی۔

ہمیں یقین ہے کہ غزہ میں ہمارے لوگوں کے المیے نے امت کے تمام بیٹے اور بیٹیوں کے جذبات کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، اور کوئی بھی ذی شعور ایسا نہیں ہے جس نے اپنے جذبات کا اظہار نہ کیا ہو، یا غزہ کے مظلوم لوگوں کی اس حالت پر غم اور افسوس کا اظہار نہ کیا ہو، جس سے ہمارے دل غم اور درد کے مارے گھلے جا رہے ہیں۔ اسلامی ممالک میں اٹھنے والی عوامی تحریکوں کا مشاہدہ کرنے والا کوئی بھی شخص، امت کے اندر ہم آہنگی، رابطے اور یکجہتی کی حقیقت کا بخوبی ادراک کر سکتا ہے، اور یہ بھی جان سکتا ہے کہ امت کے بیٹے اور بیٹیاں جس حد تک ممکن ہو غزہ، مغربی کنارے اور اب لبنان میں اپنے لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں۔

اسی طرح، یورپ اور امریکہ کی سڑکوں پر ہونے والے مظاہرے، جو یہودی وجود کے سفاکانہ قتل عام اور خوفناک تشدد کے خلاف ہونے والے احتجاجوں میں کئے گئے، یہ واضح کرتے ہیں کہ یہودی وجود کس قدر بے شرمی اور

تکبر کے ساتھ اس ظلم کو جاری رکھے ہوئے ہے، جسے نہ کوئی عالمی عدالت روک سکی، نہ کوئی سلامتی کونسل کی قرارداد، نہ کوئی بائیکاٹ اس پر اثرانداز ہوا، نہ کوئی دھمکی یا مذمت ہی اسے روک سکی۔

یہ بات اب واضح ہو چکی ہے کہ امت کے تمام مظاہرے، اجتماعات، جلسے اور تقریریں غزہ کی ذرہ برابر بھی مدد کرنے میں ناکام رہی ہیں، اور نہ ہی ظالم کو اس کی جارحیت سے روکنے اور اس خونریزی، گھروں سے بے دخلی کرنے اور بربادی مچانے سے روکنے میں کامیاب ہو سکی ہیں۔ پورا ایک سال بیت چکا ہے، اور کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب مظاہرے یا تقریبات نہ ہوئی ہوں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان تمام شواہد کے باوجود بھی دنیا بھر کے علمائے کرام ایسی کانفرنسوں کا انعقاد کرنے اور فلسطینی علماء کی ایسوسی ایشن کے تعاون سے اقدامات کرنے سے نہ رکے جن کے نعرے اور مقاصد تو بہت اعلیٰ اور عظیم تھے لیکن وہ نعرے نہایت مبہم اور اصل مقصد کو حاصل کرنے کے حقیقی طریقہ سے محروم تھے یعنی یہ غیر واضح نعرہ "فلسطینی کاز کے لئے تمام اسلامی جدوجہد کو یکجا کرنا"! اور مزید افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ علماء اب بھی فلسطینی عوام کے لیے مادی اور اخلاقی امداد کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ ان کی تقاریر فلسطین، بالخصوص غزہ میں لوگوں کی ان مشکلات پر ماتم اور مذمت کر لینے سے خالی نہیں ہیں جن کا سامنا غزہ کے لوگ ایک سال سے کر رہے ہیں۔ کچھ علماء نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی تقاریر میں قابض قوت کے خلاف جدوجہد جاری رکھنے پر زور دیا، اور کچھ نے مزاحمت کے دائرہ کار کو وسیع کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

اے معزز علماء کرام! اگرچہ یہ کج روی جو لوگوں پر طاری ہو چکی ہے، وہ ان کی جہالت کے سبب ہے اور اس نے انہیں دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کی گہری کھائی میں دھکیل دیا ہے، لیکن اس کے باوجود ان میں سے کچھ لوگ اٹھے، احتجاج کئے، آواز بلند کی، اور یکجہتی کا مظاہرہ کیا۔ شاید یہ زیادہ سے زیادہ وہ کچھ ہے جس کا اہتمام چند لوگ جیسا کہ مزدور، ملازمین، انجینئرز، ڈاکٹرز، گھریلو خواتین اور مائیں وغیرہ کر سکتے ہیں۔ یہ صورتحال جس تک یہ لوگ پہنچ چکے ہیں یہ اس پالیسی کا نتیجہ ہے جو لوگوں کو جہالت میں رکھنے اور حقائق سے بے خبر رکھنے کی پالیسی تھی، ساتھ ہی ان کے منہ بند کرنے اور سچائی پر پردہ ڈالنے کی پالیسی کا بھی نتیجہ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خوف اور شکستگی لوگوں میں سرایت کر گئی، اور یہی وجہ ہے کہ آپ لوگوں کو معاشرتی سطح پر یا عالمی سطح پر ضروری اور مؤثر اقدامات کرتے ہوئے نہیں دیکھتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مؤثر ترین کام علماء اور فقہاء کے سپرد ہے۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو اس بات کی آگاہی دیں کہ وہ کیسے ایسا مؤثر عمل کریں جو مطلوبہ نتیجے کی طرف لے جائے، جو کہ حالات کو بدلنے، کمزوروں کی مدد کرنے اور مظلوموں سے ظلم کو ختم کرنے کا سبب بنے۔ لہٰذا حیرت کی بات یہ ہے کہ آپ کی خطیبانہ سی تقریب صرف غزہ کی حمایت کی بات کر لینے اور مدد کی ضرورت کے پہلے سے معلوم باتوں سے آگے نہ بڑھ سکی۔ یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ یہ تقریب ایسی رسمی سرگرمیوں تک ہی محدود رہی جو نہ تو کوئی عملی فائدہ رکھتی تھیں اور نہ ہی ان کے مطالبات کا کوئی حقیقی اثر تھا اور یہ مذمتیں اور احتجاجات ان ہی طرز پر تھے جنہیں عوام پہلے ہی سے ان کرپٹ حکومتوں کی جانب سے سننے کے عادی ہو چکے ہیں!

اے معزز علماء: آپ انبیاء کے وارث ہیں۔ امت آپ پر اعتماد کرتی ہے اور آپ سے صرف زبانی کلامی تقریروں کے بجائے عملی اقدامات کی توقع رکھتی ہے اور آپ سے یہ امید کرتی ہے کہ آپ اس امت کو نیکی کی راہ پر رہنمائی کریں اور اللہ کے عطا کردہ علم، فہم، خوفِ خدا اور تقویٰ کے ذریعے اس کو بیدار کریں۔ آپ پر واجب ہے کہ حق بات کہیں، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے یا کسی ظالم کے ظلم سے نہ ڈریں۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے عائد کردہ جہاد کا حکم صرف غزہ، مغربی کنارے یا لبنان کے لوگوں پر نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ پر فرض ہے، یہاں تک کہ فرض کفایہ ادا ہو جائے، اور امت پوری کی پوری گناہگار ہے، سوائے ان کے جو سنجیدہ کام میں سرگرمِ عمل ہیں، اور آپ پر سب سے زیادہ بوجھ اور ذمہ داری ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جنہیں اللہ نے اپنی آیات دیں اور پھر انہوں نے انہیں ترک کر دیا، اور نہ ہی ان کی طرح ہوں جنہیں تورات سپرد کی گئی مگر انہوں نے اسے ساتھ نہ رکھا! اور یہ نہ بھولیں کہ اللہ آپ سے اس علم کے بارے میں پوچھے گا جو اس نے آپ کو عطا کیا ہے جبکہ آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ کلام بھی پڑھتے ہیں:

﴿وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ﴾

"اور انہیں ٹھہراؤ، بے شک ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی" (الصٰفٰت؛37:24)

اے علماء کرام، آپ کو چاہیے تھا کہ:

-یہ واضح کرتے کہ فلسطین کے قبضے اور اس کے لوگوں کی بے دخلی کا سبب کون ہے، اور یہ ظاہر کرتے کہ عالمی اور اقوام متحدہ کے ادارے اس قبضے کو برقرار رکھنے میں کس طرح تعاون کر رہے ہیں، اور یہ کہ غزہ کے لوگوں سے ظلم کو ہٹانے کے لئے ان اداروں سے انصاف کی توقع کرنا بے فائدہ ہے۔

-مسلمانوں کے حکمرانوں اور دیگر سازشیوں اور معاونین کو بے نقاب کرتے اور امت کے سامنے ان کی غداری اور ملی بھگت ظاہر کرتے، بلکہ یہاں تک کہ یہ بھی بتاتے کہ وہ یہود کی کامیابیوں اور مجاہدین کے خاتمے پر کس قدر خوش ہوتے ہیں۔

-امت کو یہ بتاتے کہ وہ کون سا مؤثر عمل ہے جو سیاسی منظر نامے کو بدل سکتا ہے، حکمرانوں کا خاتمہ کر سکتا ہے، اور امت کو ایک ایسی سیاسی وحدت میں یکجا کر سکتا ہے جو اس کی عظمت کو بحال کرے، بجائے اس کے کہ صرف فلسطین کے مسئلے کی حمایت کے لیے کاوشوں کا اتحاد ہو۔

-آپ ان ظالموں کا مقابلہ کرنے میں امت کے رہنما بنتے، جو یہودی وجود کی حمایت کرتے ہیں اور وہ جنہوں نے امت کو جکڑ رکھا ہے، اس کے منہ بند کیے ہوئے ہیں، اور انہوں نے امت پر ذلت اور اطاعت کا طوق مسلط کیا ہوا ہے، اور یہ رہنمائی اس لئے تاکہ امت آپ کے ساتھ اٹھے اور اللہ کو وہ دکھادے جو اسے راضی کرے، اور امت اس سب کے لئے آرزو رکھتی ہے اور اس کی متمنی ہے۔

-آپ جہاد کا اعلان کرتے، اور صرف اعلان پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ مسلمانوں کی جنگجو افواج کے ساتھ جہاد کا آغاز کرتے، اور صرف نوجوانوں کو جہاد کی پکار دینے پر ہی مطمئن نہ ہوتے جیسے کہ آپ کرتے ہیں، کیونکہ نوجوان تو تیار ہیں لیکن ان کے پاس ساز و سامان نہیں ہے، جبکہ بیرکوں میں موجود افواج آپ کے خطبات کے لئے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ تربیت یافتہ بھی ہیں اور تیار بھی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں سے بہت

سے جسمانی، روحانی، مادی اور اخلاقی طور پر قربانی دینے اور جانوں کے نذرانے دینے کو تیار ہیں۔ لیکن ان کی راہ میں حائل رکاوٹ، وہ کرپٹ حکومتیں ہیں جس کی وہ اطاعت کرتے ہیں، اور جو انہیں حرکت میں آنے سے روکے ہوئے ہیں، اس لئے آپ پر لازم تھا کہ انہیں ان کی ذمہ داریوں کے سامنے لا کھڑا کریں اور ان سے نصرۃ (مادی مدد) کا مطالبہ کریں۔

-**اے علماء کرام!** آپ کے لیے عظیم عالم العز بن عبدالسلامؒ، فاضل امام احمد بن حنبلؒ، اور دیگر مجاہد علماء کی مثالوں میں آپ کے لئے ایک سبق ہے، جو ظلم و فساد کے خلاف خاموش نہیں رہے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں بھرپور جدوجہد کی اور آپ ان علماء کی سوانح حیات کو پڑھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اسلام کی مدد کرنے اور مسلمانوں کے لئے فتوحات حاصل کرنے میں ان کا کیا کردار رہا تھا۔

اور ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے یاددہانی کراتے ہیں جو سورۃ الصف میں ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفّاً كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾

"بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہوں" (الصف: 61:4)

فہرست

نُصرۃ

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کر کے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفہ ٔراشد کو قرآن وسنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہوگا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرمادیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی" (مسند امام احمد)